مدیر
حافظ زبیر علی زئی
ماهنامہ حضرو
شمارہ نمبر 12
ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
مئی 2005ء

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ

الحدیث

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

- حُبِّ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ یا تقلید ڈاکٹر مسعود؟
- ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دینے والی عورت کا قصہ
- لڑکیاں زندہ درگور کرنے والا/ واقعہ
- خواب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا قصہ
- نماز کے بعض اختلافی مسائل (رفع یدین)
- ہمسائیوں سے محبت

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احسن الحدیث

منہ بولے بیٹوں کی نسبت؟

حافظ ندیم ظہیر

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآئَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّاتَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاo

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو اللہ کے ہاں یہی انصاف کی بات ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے باپوں (کے نام) کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور کوئی بات تم بھول چوک کی بنا پر کہہ دو تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں مگر جو دل کے ارادہ سے کہو (اس پر ضرور گرفت ہوگی) اللہ تعالیٰ یقیناً معاف کرنے والا ہے۔ [الاحزاب:۵]

فقه القرآن :

۱: مذکورہ آیت کے شان نزول میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ نازل ہوئی [بخاری:۴۷۸۲، تفصیل کے لئے دیکھئے جامع التفسیر ۳/۱۵۹۱، التفسیر الصحیح ۴/۱۱۱] اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے: ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا (متبنّیٰ) بنایا پھر ان کا نکاح اپنی بھتیجی ھندہ سے کر دیا پہلے سالم رضی اللہ عنہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو لے پالک بنایا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو لے پالک بیٹا بنا لیتا تو لوگ اسے اسی کی طرف نسبت کر کے پکارتے تھے اور منہ بولا بیٹا اس کی میراث سے بھی حصہ لیتا آخر یہ آیت اتری ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ تو لوگ انھیں ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے جس کے باپ کا علم نہ ہوتا اسے دینی بھائی (سمجھا) اور پکارا جاتا [بخاری:۵۰۸۸] یعنی متبنّیٰ کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے گی، باپ کے نام کا علم نہ ہونے کی صورت میں بھی وہ ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات:۱۰] کے تحت دینی بھائی ہی قرار پائے گا۔

۲: قصداً گناہ کرنے میں اور سہواً خطا ہو جانے میں فرق ہے۔ قصداً گناہ کا مرتکب عتابِ الٰہی کا مستحق ہے جبکہ سہواً خطا کار ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴾ کا امیدوار ہے۔

کلمۃ الحدیث　　عطاء اللہ سلفی

تقلید اور اہلِ تقلید

کسی غیر نبی کی بے دلیل و بلا حجت بات، آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے تسلیم کرنا تقلید کہلاتا ہے، جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

''اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُن کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اُس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیف ما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگر چہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر ومنحصر ان چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳۱)

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوباً ومفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام صاحب کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے۔ ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ **اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ** الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے۔'' الخ (امداد الفتاوی ج۵ ص ۲۹۷)

عرض ہے کہ ایسی تقلید کو چھوڑ کر کتاب وسنت کی اتباع کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔　**وما علینا إلا البلاغ**

فقہ الحدیث: حافظ زبیر علی زئی

مسلم کون ہے؟

(۱۳) وعن أنس، أنه قال: قال رسول الله ﷺ: " من صلى صلاتنا ، واستقبل قبلتنا ، وأكل ذبيحتنا ، فذلك المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله ، فلا تخفروا الله في ذمته " رواه البخاري.

انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلے (مکہ) کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ شخص ایسا مسلم ہے کہ اس کے لئے اللہ و رسول کا ذمہ (حفاظتِ جان و مال) ہے۔ پس اللہ کے ذمے کو مت توڑو۔ (صحیح البخاری:۳۹۱)

فقه الحديث:

1: اللہ اور رسول کے ذمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اللہ و رسول کی امان، عہد اور ضمانت میں ہے۔ اس کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اسے تمام وہی حقوق میسر ہوں گے جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جب وہ ایسے جرم کا ارتکاب کرے گا جس کی سزا موت ہے تو اسے مسلمان حاکم و قاضی قتل کرا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ نواقضِ اسلام کا ارتکاب کرے گا تو ثبوت و اقامتِ حجت کے بعد اس کے بنیادی حقوق ختم کر دیئے جائیں گے۔

2: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام میں اعمال کا اعتبار ظاہر پر ہے۔ یعنی ظاہری طور پر ارکانِ اسلام ادا کرنے والا شخص ہی مسلم ہے لہذا اس پر اسلام کے ظاہری احکام نافذ ہوں گے۔ رہا مسئلہ باطنی طور پر بھی مسلم و فرمان بردار ہونا تو یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

3: ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں جب کہ مرجئہ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ اعمال ضروری نہیں ہیں۔ اس حدیث سے ان مرجئہ پر بھی واضح رد ہوتا ہے۔

4: اس حدیث اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نماز اسی طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے نماز پڑھی ہے۔

5: اہلِ قبلہ پر اہلِ اسلام کے احکام جاری ہیں الا یہ کہ وہ کفرِ صریح اور نواقضِ اسلام کا ارتکاب کر دیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے پیروکار، قادیانی مرزائی و لاہوری سب اہلِ اسلام (اہلِ قبلہ) سے خارج، کافر اور غیر مسلم ہیں۔ اس طرح کتاب و سنت اور اجماع سے جن لوگوں کا کافر و غیر مسلم ہونا ثابت ہے وہ بھی اہلِ قبلہ اور اہلِ اسلام سے خارج ہیں۔

فضل اکبر کاشمیری

مسعود احمد بی ایس سی تکفیری، بانی جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی کی طرح ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا تعلق بھی ایسے لوگوں سے تھا جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مفکرات وسیئات میں سے عذاب قبر کا انکار اور سلف صالحین کی گستاخیاں سرفہرست ہیں۔ امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے موصوف سے ''مناظرہ'' کیا لیکن مسعود صاحب جب کوئی جواب نہ دے سکے تو راہ فرار ہی میں عافیت سمجھی ''فرقہ مسعودیہ :۲ ''ہی کے کچھ اوہام وفریب واضح کرنے کے لیے محترم فضل اکبر کاشمیری نے قلم اٹھایا ہے جو پیش خدمت ہے۔ [ابو ثاقب محمد صفدر حضروی]

حُبّ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا تقلید ڈاکٹر مسعود؟

بحیثیت مومن و مسلم حق پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان
خالی الذہن ہو کر قرآن وسنت کا مطالعہ کرے پہلے سے کوئی نظریہ قائم نہ کرے، پھر قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں جو حق واضح ہو جائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن گمراہ فرقوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ پہلے خود ساختہ اصول وضع کر لیے جاتے ہیں، اپنا ایک خود ساختہ نظریہ قائم کر لیا جاتا ہے۔ پھر کتاب وسنت سے اس کے حق میں دلائل تلاش کیے جاتے ہیں۔ پھر جو دلائل ان کے وضع کردہ اصولوں پر ٹھیک نہ بیٹھیں اُن کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ اور اپنے باطل نظریہ کی تائید میں ضعیف روایات کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔

ان گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ''کیفیت عذاب قبر'' کے مصنف ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا ہے۔ انہوں نے بھی یہی کام کیا، صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح باور کرانے کی کوشش کی۔ صحیح احادیث میں دور از کار تاویلات کیں۔ اپنے نظریہ کی حمایت میں ضعیف روایات پیش کیں۔ قرآنی آیات میں من مانی تاویلات کر کے احادیث کا مذاق اڑایا۔ ان کے ایک ذیلی فرقہ (المسلمین) نے نزول عیسیٰ، دجال، امام مہدی، جادو کی تاثیر، نظر کا لگ جانا، ایصال ثواب اور عذاب قبر وغیرہ کا انکار کیا۔ اور ان میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ دوسری طرف ہمارا منہج بالکل واضح ہے یعنی: " صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب "

عقائد اسلام میں سے ایک اہم عقیدہ عذاب القبر کا عقیدہ ہے ۔ یہ عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔اس فرقہ مسعودیہ نے عذاب القبر کی صحیح وصریح اور متواتر احادیث میں ناجائز اور بھونڈی تاویلات کر کے ایک نیا نظریہ پیش کیا۔

اسی طرح قرآنی آیات ، صحیح اور متواتر احادیث اور اجماع المسلمین سے نزول مسیح علیہ السلام کا اثبات ہوتا ہے۔ان احادیث کو بھی فاسد و تاویلات کی بھینٹ چڑھایا گیا۔اسی طرح جادو سے متعلق صحیحین کی احادیث کے ساتھ بھی ان کا یہی رویہ ہے۔

طاعات (دینی امور) پر وظیفہ لینے کو بھی یہ حضرات حرام سمجھتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ایسے علماء کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں جو وظیفہ لیتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں جو صحیح احادیث بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں اور ان سے اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے، ان میں محدثین کے اصول سے ہٹ کر باطل تاویلات کرتے ہیں اور عدم جواز کیلئے ضعیف روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث کی بابت استہزاء کی مثال

حدیث مسلم میں آتا ہے کہ ''جو شخص سورۃ الکھف کی ابتدائی دس (۱۰) آیات یاد کرے گا وہ دجال کے فتنے سے بچا لیا جائے گا۔'' [صحیح مسلم: ۸۰۹/۲۵۷]

قرآنی آیات کی فضیلت والی اس حدیث کا یوں تمسخر اڑایا گیا۔

> ''للہ قرآن اٹھا کر سورۂ کہف کی ابتدائی ۱۰ آیات پڑھ کر دیکھیں ، ان میں کون سی چیز دجال سے بچنے میں معاون ہے۔'' [سحر کیا ہے؟ ص ۴۸]

جس طرح یہ لوگ عقائد میں افراط وتفریط کا شکار ہیں اسی طرح اعمال میں بھی ان کا یہی طرز عمل ہے۔یعنی صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح کہنا۔اس کی صرف دو (۲) مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

ان کے رسالے ''حبل اللہ'' میں سعید احمد صاحب نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں اہل الحدیث پر کافی طنز وتشنیع کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

> ''قابل غور بات یہ ہے کہ محدثین اور ماہرین رجال تو جرح وتعدیل کو تابعین تک ہی محدود رکھتے ہیں جبکہ یہ فرقہ پرست ،تقلید اعمیٰ اور ذہن پرستی کا شکار تمام اخلاقی حدود پھلانگ کر ایک جلیل القدر صحابی کی تنقیص اور عظیم المرتبت فقیہ کی کردار کشی سے بھی باز نہیں رہتے ۔مسلکی عصبیت نے ان کو بالکل اندھا کر دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ہر چند کہ یہ الزام تراشیاں مسلکی بغض وعصبیت ہی کا غیر سنجیدہ

مظاہر ہیں اور اس لائق نہیں کہ اس پر علمی بحث کی جائے پھر بھی مغالطہ آرائی اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے لیے شیطانی مہم کا سد باب ہونا چاہئے۔''
[حبل اللہ ص ۱۶، ۱۷]

آگے چل کر موصوف رقم طراز ہیں:

''عدم رفع الیدین کی دلیل میں بھی متعدد روایات ہیں جن میں جامع ترمذی کی مندرجہ ذیل روایت بہت واضح اور صریح ہے۔'' [ص ۱۹]

اسی طرح اس فرقہ کا ایک پاکٹ سائز کتابچہ ہے ''الصلوۃ'' اس میں بھی یہ ضعیف روایت نقل کی گئی ہے۔ جبکہ اس کے پیش لفظ میں اس پاکٹ سائز کتابچہ کے متعلق یہ بھاری بھرکم الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

''چنانچہ ایمان خالص کی دعوت کو قبول کر کے اس مشن کا ساتھ دینے والوں کو ایسی کتاب الصلوۃ کی اشد ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے'' [ص ۲]

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختصر تحقیق

((عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة)) [جامع الترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۷]

''جناب علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔''

الجواب: اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے لیکن جمہور محدثین کرام نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

((قد ثبت حديث من يرفع و ذكر حديث الزهري عن سالم عن أبيه ولم يثبت حديث ابن مسعود أن النبي لم يرفع يديه إلا في أول مرة)) [۱/۵۹ ح ۲۵٦]

''یقیناً رفع یدین کی حدیث ثابت ہے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث غیر ثابت ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا۔''

بعض لوگوں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی اس جرح کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے لیکن درج ذیل محدثین نے اس جرح کو اسی روایت سے متعلق قرار دیا ہے۔مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی [التلخیص الحبیر ۲۲۲/۱] ابن الجوزی [التحقیق ۲۷۸/۱] امام نووی [المجموع ۴۰۳/۳] ابن قدامہ [المغنی ۲۹۵/۱] وغیرہم۔ اس کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام یحیی بن آدم رحمہ اللہ، ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ، امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہم سب نے اس حدیث پر شدید جرح کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :التمہید لابن عبدالبر، التلخیص الحبیر ، المجموع شرح المھذب اور تہذیب السنن (اور نور العینین ص ۱۱۵۔۱۱۹) وغیرہ۔

اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ اس کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے معنعن بیان کیا ہے اگرچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ثقہ ثبت اور عظیم محدث ہیں لیکن آپ مدلس بھی تھے اور ضعفاء تک سے تدلیس کیا کرتے تھے۔[میزان الاعتدال ۱۶۹/۲ سیر اعلام النبلاء ۲۷۴/۷] اور مدلس اپنی بیان کردہ روایت میں جب تک سماع کی تصریح نہ کرے تو اس کی وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔[مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۹ الکفایہ ص ۳۶۲] اور اس روایت کی کسی بھی سند میں سماع کی کہیں بھی تصریح موجود نہیں ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محفوظ روایت

سفیان ثوری کی اس روایت پر محدثین نے سخت جرح کی ہے جبکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محفوظ اور اصل روایت وہ ہے جو امام عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے۔[دیکھئے جزء رفع الیدین محقق ص ۵۸ ح ۳۳] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ بخاری نے کہا: ''محقق علماء کے نزدیک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سے یہی روایت محفوظ ہے۔''

[اس روایت کو ابن خزیمہ (۱۹۶) دارقطنی (۳۳۹/۱) اور ابن الجارود (۱۹۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔صحیح مسلم (۵۳۴) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔]

موصوف نے ترک رفع الیدین والی ضعیف روایت پیش کر کے اہل حدیث پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش ہے۔اہل الحدیث کا جرم یہ ہے کہ وہ اس ضعیف روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بارہ (۱۲) صفحات کا مضمون لکھ کر غلط تاثر دینے والا (سعید احمد) اور اس کا برزخی ٹولہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر عمل کرتا ہے یا نہیں؟ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس روایت پر علمی بحث کی ہے۔[دیکھئے نور العینین ص ۱۱۹ تا

۱۳۳] حافظ صاحب نے متعدد دلائل سے حدیث الثوری بسندہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ضعیف و مردود ہونا ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''یہ حدیث علت قادحہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً اور متناً دونوں طرح سے ضعیف ہے۔'' [ص۱۱۹]

اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ البانی رحمہ اللہ، علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہے لیکن بیس سے زیادہ ائمہ حدیث نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اور ان کی تحقیق ہی راجح ہے۔

دوسری مثال

حبل اللہ کے ایک اور شمارے میں صلوۃ التسبیح کو عجوبہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۔۔۔۔ یہ روایت ایک عجوبہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہر روز سے لے کر عمر میں صرف ایک مرتبہ کر لینے تک کی چھوٹ اور عمر میں صرف ایک مرتبہ صلوۃ التسبیح ادا کر لینے سے اگلے پچھلے عمر بھر کے سارے ہی گناہ معاف ہو جائیں خواہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ عمداً ہوں یا سھواً وغیرہ!''

صلوۃ التسبیح کی حدیث کی تحقیق

یہ حدیث (ابوداؤد، ابواب التطوع، باب صلوۃ التسبیح حدیث: ۱۲۹۷) ابن ماجہ، (اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی صلوۃ التسبیح حدیث: ۱۳۸۶) میں موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ (حدیث ۱۲۱۶) اور حاکم (۳۱۸/۱) نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کثرت طرق کی بنیاد پر حسن درجہ کی ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حاکم اور حافظ ذہبی نے اس حدیث کی تقویت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حق ہے کیونکہ اس کے بہت سے طرق ہیں۔ علامہ مبارک پوری اور شیخ احمد شاکر نے بھی اسے صحیح حسن کہا ہے۔ جبکہ خطیب بغدادی، امام نووی اور ابن الصلاح نے اسے صحیح کہا ہے۔ اسے ابوبکر الآجری نے (الترغیب والترھیب ۴۶۸/۱) ابوالحسن المقدسی اور ابوداؤد وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ تفصیل کے لیے حافظ زبیر علی زئی صاحب کی کتاب ''نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد'' دیکھیں۔

اس حدیث کے ایک راوی (موسیٰ بن عبدالعزیز) کو صاحب مضمون نے مجہول بتلایا ہے۔ لیکن موسیٰ بن عبدالعزیز سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ ابن معین، نسائی، ابوداؤد، ابن شاہین وغیرہم جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔ صرف ابن المدینی اور السلیمانی کی جرح ملتی ہے جو کہ جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ لہٰذا موسیٰ بن عبدالعزیز ''حسن الحدیث'' ہے۔ صلوۃ التسبیح کے بارے میں دو اور احادیث بھی قابل حجت ہیں۔

1) حدیث (جابر بن عبداللہ) الانصاری رضی اللہ عنہ۔

2) حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

[ملاحظہ فرمائیے ماہنامہ شہادت ستمبر ۱۹۹۹ء ص ۳۷، ۳۸۔ تفصیلی بحث کے لیے الترشیح لبیان صلوۃ التسبیح مع التخریج وکتب الرجال دیکھئے۔]

(انتہائی اختصار کے ساتھ ''فرقہ مسعودیہ : ا '' کے چند فریب واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو یہ حضرات اپنے خود ساختہ نظریے کے دفاع میں پیش کرتے ہیں۔)

مصنف : امام ضیاالدین المقدسی رحمہ اللہ ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

فضائلِ اعمال

مسجد بنانے کی فضیلت:

(۱۷) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے: جس شخص نے رضائے الٰہی کے لیے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی (گھر) بنائے گا۔ [بخاری: ۴۵۰، مسلم: ۵۳۳]

فوائد: اسلام میں مساجد کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ مساجد ہی امتِ مسلمہ کے جذبِ باہم کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے تقدس وتقاضا کو ملحوظ رکھا جائے کہیں بقولِ شاعر:

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

کے مصداق نہ بن جائیں۔

(۱۸) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے: جس شخص نے مسجد بنائی (تاکہ) اس میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے تو اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

[ابن ماجہ: ۷۳۵]

فوائد: اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے تسہیل الحاجۃ (ص ۵۱ قلمی) لشیخنا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مساجد ذکر الٰہی کے لیے ہی ہوتی ہیں اور ذکر سے مراد نماز اور تلاوتِ قرآن مجید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کیجئے۔ [طہٰ: ۱۴] دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ یہ ذکر (قرآن مجید) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں۔ [النحل: ۴۴] ان ہر دو آیات

سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد نماز اور تلاوتِ قرآن مجید ہے نہ کہ ''مروجہ طریقہ'' کے مطابق ہوہو کی ضربیں لگانا یا حلقے بنا کر کسی من گھڑت ورد میں مشغول ہو جانا۔ سلف صالحین سے ایسے طریقہ کی شدید مذمت ثابت ہے لہذا ایسی محفلوں سے اجتناب ضروری ہے۔

(۱۹) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی گھروندا کی مانند مسجد بنائی یا اس سے بھی چھوٹی (تو) اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ [ابن ماجہ: ۷۳۸]

فوائد: **فحصت القطاة** کا معنی ''سنگ خوار مرغی کا انڈا دینے کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر گھر بنانا'' ہے۔ [القاموس الوحید ص: ۱۲۰۸] یہ تصغیر میں ترغیباً مبالغہ ہے۔ کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**احب البلاد إلى الله مساجد ها و ابغض البلاد إلى الله اسو اقها**)) شہروں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب جگہ مساجد اور ناپسندیدہ بازار ہیں۔ [مسلم: ۲۸۸، ۶۷۱]

باجماعت نماز کی فضیلت:

(۲۰) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے سے ۲۵ گنا (ثواب میں) زیادہ ہے اس لیے کہ جب آدمی بہترین وضوء کر کے مسجد کی طرف جائے اور مسجد کی طرف جانے میں نماز کے علاوہ کوئی اور مقصد حائل نہ ہو تو اس کے ہر قدم کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے پھر نماز ادا کر لینے کے بعد جب تک باوضوء اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے (وہ) کہتے ہیں ((**اللهم صلى عليه اللهم ارحمه**)) اے اللہ اس پر رحمت برسا اے اللہ اس پر رحم فرما، اور جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز ہی میں (شمار) ہوتا ہے۔ [بخاری: ۶۴۸، مسلم: ۶۴۹]

فوائد: امام دمیاطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " **لا يخرجه إلا الصلاة** " کے الفاظ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ ثواب عظیم اسی شکل میں حاصل ہوتا ہے جب نماز کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے گھر سے نہ نکلا ہو' واللہ اعلم [المتجر الرابح: ۱/ ۱۰۷، ۱۰۸]

(۲۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ ہے۔ [بخاری: ۶۴۵، مسلم: ۶۵۰]

فوائد: ان دونوں حدیثوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت ہے لیکن پہلی حدیث میں پچیس (۲۵) درجات کا ذکر ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں باجماعت نماز پڑھنے والے کے لیے ستائیس (۲۷) درجے ہیں۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے (اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) پچیس (۲۵) درجات کے متعلق بتلایا پھر (بسبب رحمت خاص)

مزید دو درجے بڑھا دیئے واللہ اعلم [دیکھئے: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۲/۲۷۴]

نماز کے لیے پیدل جانے کی فضیلت:

(۲۲) سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس (اشعری) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں نماز (پڑھنے) کا زیادہ اجر اس شخص کو ملتا ہے جو زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور وہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اس کا اجر اس شخص سے کہیں زیادہ ہے جو (تنہا) نماز پڑھتا ہے اور سو جاتا ہے۔[بخاری:۶۵۱، مسلم:۶۶۲]

فوائد: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور اس کے منتظر رہنے اور نماز کے لیے دور سے چل کر مساجد کی طرف جانے کی فضیلت واضح ہو رہی ہے۔

(۲۳) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: کہ جس شخص نے باجماعت نماز عشاء ادا کی گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے نماز فجر (بھی) باجماعت پڑھی تو گویا وہ ساری رات قیام میں رہا ہے۔[مسلم:۶۵۶]

فوائد: دیکھئے حدیث نمبر ۷ اور فوائد

(۲۴) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی تھا، میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اس سے زیادہ مسجد سے دور ہو (لیکن اس کی) کوئی نماز (جماعت) سے نہ رہتی تھی (ابی بن کعب نے) کہا: اسے کہا گیا یا میں نے اسے کہا: اگر تو کوئی گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور شدید گرمی میں اس پر سواری کیا کرے (تو اس آدمی نے) کہا: مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور لوٹنا جب میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آؤں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ نے یہ سب کچھ تیرے لیے جمع کر دیا ہے۔[مسلم:۶۶۳]

فوائد: اس حدیث میں بھی نماز کے لیے پیدل جانے کی فضیلت ہے اور یہ کہ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴾ کی تصویر ہے واضح ہو رہا ہے۔

(۲۵) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر مسجد سے دور تھے تو ہم نے ان کو بیچنا چاہا تاکہ مسجد کے قریب (گھر خرید کر) آ جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا اور فرمایا: تمہارے لیے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے۔[مسلم:۶۶۴]

(۲۶) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی ایک گھر (مسجد) میں گیا تاکہ وہ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ

ادا کرے تو اس کے دو قدموں میں سے ایک گناہ مٹائے گا اور دوسرا قدم درجہ بلند کرے گا۔[مسلم:٦٦٦]

فوائد: مذکورہ دونوں حدیثوں سے مساجد کی طرف باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے زیادہ قدم چل کر جانے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب محترمی ومکرمی فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ حج مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

عرض آں کہ ''الحدیث'' باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ جزاک اللہ خیراً۔ ''الحدیث'' کے مضامین، بیان، معیار، تحقیق اور صداقت سبھی عمدہ واعلیٰ ہیں۔ حقائق کا احقاق اور باطل کا ابطال ''الحدیث'' کا طرۂ امتیاز ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے تین واقعات کئی بار سنے۔ واقعات میں عجائب وغرائب اور بعض بیانات خلافِ قرآن وحدیث ہیں۔ لہٰذا ان کی تحقیق وتخریج ضروری معلوم ہوئی۔ اس کے لیے آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ تعاون فرمائیں گے۔ ویسے آپ کی مصروفیات کا راقم کو بخوبی علم ہے۔

سوال (۱): ''دعوت اہل حدیث'' حیدرآباد کے ماہ دسمبر کے شمارے میں عبداللہ بن مبارک (مشہور محدث) اور رابعہ بصری کے مابین طویل مقالمہ پر مبنی واقعہ شائع ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رابعہ، عبداللہ کے ہر سوال پر قرآنی جواب دیتیں۔ مثلاً عبداللہ کے سوال ''کہاں سے آئی ہو اور کہاں جا رہی ہو'' کا جواب آیت '' **سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی** ... ''الآیۃ سے دیا۔ وغیرہ۔

بعض واعظین مثلاً فتح دین چشتی ملتانی بریلوی نے رابعہ کی بجائے ''مریم'' نام ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ کسی مفسر نے آیت '' **وما یلفظ من قول** ...'' الآیۃ کی تفسیر میں نقل کیا ہے یا فضائل قرآن پر مبنی یا اہل صفہ (صوفیاء) کے احوال پر مبنی کسی کتاب میں ہے؟ واقعہ ہذا کی تحقیق وتخریج درکار ہے۔

سوال (۲): بعض واعظین مثلاً فتح دین چشتی بریلوی نے اپنے واعظ میں ایک شخص (قاتل) اوراس کی بچی (مقتولہ) کا واقعہ (طویل وعجیب) بیان کیا اور کہا کہ وہی شخص (اپنی بچی کا قاتل) مسلمان (صحابی) بن گیا تو ایک روز ایڑھیاں اٹھائے ہوئے (پنجوں پر) چل رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر جواب دیا کہ ''دورِ جہالت میں مَیں نے بہت زیادہ لڑکیاں قتل کیں جن میں میری بچی (چند سال کی) بھی شامل تھی۔ اب میں اس طرح چل رہا ہوں کہ میرے پاؤں تلے کوئی چیونٹی (کیڑا وغیرہ) آ کر نہ مر جائے'' واقعہ گو نے غالباً ''تحفۃ الاخیار'' کا حوالہ دیا۔
اس واقعہ کی بھی تحقیق وتخریج درکار ہے۔

سوال (۳): بعض واعظوں سے سنا ہے کہ عمر فاروق کی وفات کے بعد سے عبداللہ بن عمر بکثرت دعا کرتے رہے حتی کہ بارہ سال کے بعد دعا (کے قبول ہونے) کے نتیجہ میں انھیں (ابن عمر کو) اپنے والد (عمر بن خطاب خلیفہ دوم) کی خواب میں زیارت ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بیٹے! میں وفات کے دن سے آج بارہ سال پورے ہونے تک قبر میں حساب دینے سے فارغ ہوا ہوں'' وغیرہ۔ یہ واقعہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے یا احوالِ برزخ وقبر سے متعلق کسی کتاب میں؟ واقعہ ہذا کی تحقیق وتخریج درکار ہے۔

ضروری گذارش اور وضاحت: مندرجہ بالا تینوں واقعاتِ مبینہ کی تحقیق اس لیے ضروری ہے کہ:
(۱) اکثر واعظین (بریلوی، دیوبندی اور بعض اہلحدیث) انھیں بیان کر کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہتے ہیں۔
(۲) ان واقعاتِ مبینہ کا تعلق کسی نہ کسی طور پر بالواسطہ یا بلا واسطہ مذہب سے ہے۔
(۳) قصہ گو انھیں مذہبی رنگ میں (مذہبی تعلیمات وواقعات کے طور پر) پیش کرتے رہتے ہیں۔
(۴) حق واضح ہو جائے اور جھوٹ کی تردید ہو جائے۔
(۵) قرآن وحدیث سے مخالف ومعارض اقوال وبیانات وعقائد سے بچا جا سکے۔
(۶) سوال نمبر ا میں مشار الیہ واقعہ میں ہے کہ وہ عورت (رابعہ بصری یا مریم) چالیس سال تک ہر بات اور جواب صرف اور صرف قرآنی آیات سے واضح کرتیں۔ یعنی اس کا تمام (عمر کے آخری چالیس سال کا) کلام قرآن ہی تھا۔ [فرقہ صوفیاء کی سوچ اور کذب۔۔۔]
(۷) نمبر ۲ میں مشار الیہ واقعہ میں مذکور شخص (ایک صحابی) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال وجواب کا بیان ذکر کر کے اس مبینہ واقعہ کو ''حدیثی واقعہ'' ظاہر کیا جاتا ہے۔ [مسئلہ مغفرت وخوفِ الٰہی میں افراط وتفریط کا اظہار ہے]
(۸) آخری سوال میں مبینہ خوابی واقعہ (عبداللہ بن عمر والا) میں زیادہ توجہ طلب بات یہ ہے کہ عمر عالم برزخ (قبر) میں بارہ سال (12 سال) تک حساب کتاب کا سامنا کرتے رہے جبکہ ''یوم الحساب'' تو ''یوم حشر'' ہے نہ کہ قبر:۔ نیز انبیاء و

صحابہ وصلحاء کا حساب کتاب تو ویسے بھی سرسری ہے جیسا کہ عائشہ کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا تھا:۔[مبینہ خواب کسی نے گھڑ کر ابن عمر کی طرف منسوب کر دیا ہو (واللہ اعلم)؟]
جوابات ''الحدیث'' میں شائع فرمائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ علماء وعوام الناس حقائق سے باخبر ہوں۔ راقم کا ''الحدیث'' خریداری نمبر 13 ہے۔

سائل: محمد صدیق بمقام تلیاں۔ ڈاکخانہ سمند کھٹہ۔ ضلع ایبٹ آباد۔ پوسٹ کوڈ: (22270)

[تاریخ نوشت نامعلوم، تاریخ وصولی ۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ]

ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دینے والی عورت کا قصہ

الجواب بعون الوهاب :

آپ کی مسئولہ روایات کی تحقیق درج ذیل ہے۔

۱ قرآنی آیات پڑھنے والی عورت کا واقعہ معتبر سند کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ شہاب الدین محمد بن احمد ابی الفتح الابشیھی (پیدائش ۷۹۰ھ وفات ۸۵۰ھ) نے بغیر کسی سند اور بغیر حوالے کے یہ قصہ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے۔ اس قصے میں عورت کا نام مذکور نہیں ہے۔ دیکھئے المستطرف فی کل فن مستظرف (ج ۱ ص ۵۶، ۵۷ **حكاية المتكلمة بالقرآن ، الباب الثامن فی الأجوبة المسكتة والمستحسنة**)

یہ بلاسند حوالہ مردود اور موضوع کے حکم میں ہے۔ یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ کتاب ''المستطرف''، فضول، بے اصل اور موضوع قصوں والی کتاب ہے لہذا اس کتاب پر اعتماد کرنا غلط ہے۔ اس واقعے سے مشابہ ایک واقعہ حافظ ابن حبان البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) کی کتاب ''روضۃ العقلاء ونزھۃ الفضلاء'' میں (عبدالملک بن قریب) الاصمعی (البصری، متوفی ۲۱۶ھ) سے باسند مروی ہے (ص ۴۹، ۵۰) اس قصے میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بجائے الاصمعی رحمہ اللہ کو بطورِ صاحبِ قصہ ظاہر کیا گیا ہے اور عورت کا نام مذکور نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس قصے کی درج ذیل سند لکھی ہے۔

''أنبأنا عمر و بن محمد الأنصاري : حدثنا الغلابي : حدثنا إبراهيم بن عمر و بن حبيب : حدثنا الأصمعي قال: بينا أنا أطوف بالبادية إذا أنا بأعرابية .. '' إلخ (روضۃ العقلاء ص ۴۹)

عمرو بن محمد الانصاری اور ابراہیم بن عمرو بن حبیب کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔ (محمد بن زکریا بن دینار) الغلابی کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ: ''**يضع الحديث**'' یہ حدیثیں گھڑتا تھا (کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی: ۴۸۳، سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۰۶) ابن مندہ اور حافظ ذہبی نے

الغلابی پر جرح کی۔ان جارحین کے مقابلے میں حافظ ابن حبان نے الغلابی کو اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھا کہ:
'' **كان صاحب حكايات وأخبار ، يعتبر حديثه إذا روى عن الثقات لأنه في روايته عن المجاهيل بعض المناكير** '' وہ حکایتیں اور قصے بیان کرتا تھا۔اگر وہ ثقہ راویوں سے روایت بیان کرے تو اس کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ مجہول لوگوں سے اس کی روایت میں بعض منکر روایتیں ہیں۔(الثقات ۹/ ۱۵۴)
یہ توثیق یہاں جمہور کی جرح کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔دوسرے یہ کہ یہ روایت ابن حبان رحمہ اللہ کی شرط پر بھی منکر و غیر معتبر ہے کیونکہ الغلابی کے استاد ابراہیم بن عمرو بن حبیب کی توثیق کہیں نہیں ملتی یعنی یہ شخص مجہول ہے۔
خلاصہ یہ کہ اصمعی سے منسوب روایت بھی موضوع ہے اور غالباً الغلابی کذاب کی یہی روایت الاشیھی وغیرہ قصہ گووں کی اصل بنیاد ہے۔

لطیفہ: اصمعی سے منسوب الغلابی (کذاب) کی روایت کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ اصمعی نے کہا:
'' **فعلمت أنها شيعية** '' پس مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ عورت شیعہ تھی۔(روضۃ العقلاء ص ۵۰)!

لڑکیاں زندہ درگور کرنے والا واقعہ

2 اپنی بچی کے قاتل اور چیونٹی نہ کچلنے والے شخص کا یہ واقعہ معتبر سند کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملا۔حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ: کاتب چلپی (متوفی ۱۰۶۷ھ) کی کتاب ''تحفۃ الاخیار فی الحکم والامثال والاشعار'' میرے پاس نہیں ہے۔صرف تحفۃ الاخیار کا حوالہ دو وجہ سے مردود ہے۔

اول: حاجی خلیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف و اختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔الخ (کشف الظنون ۱/ ۲۵۷ بھجۃ الاسرار، حافظ مبشر حسین لاہوری صاحب کی کتاب ''شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان ص ۳۹) معلوم ہوا کہ یہ حاجی صاحب غیر موثق ہونے کے ساتھ، عقیدہ میں بھی کمزور ہیں۔

دوم: جب تک حاجی صاحب سے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح و معتبر سند موجود نہ ہو یہ حوالہ بے کار ہے۔متاخرین کی کتابوں میں متصل سندیں تلاش کرنا از حد مشکل بلکہ بے فائدہ کوشش ہے۔
یہاں پر بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ یہ بات تو بالکل صحیح و ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی لڑکیاں زندہ درگور کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن مجید (سے اشارۃً) اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔(دیکھئے مسند احمد ۳/ ۴۷۸ ح ۱۶۰۱۹ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱۰ ص ۳۲۵ ح ۱۱۶۴۹)
مسند احمد و السنن الکبریٰ للنسائی والے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ سلمہ بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ کی والدہ ملیکہ نے اپنی بچی

کو زندہ درگور کر کے قتل کر دیا تھا لیکن ایسا کوئی واقعہ میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے جس میں یہ آیا ہو کہ کسی شخص (مرد یا عورت) نے جاہلیت میں اپنی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا ہو اور آپ یہ سن کر خوب زار و قطار روئے ہوں۔

مسند الدارمی (حدیث نمبر:۲) میں وضین بن عطاء تبع تابعی، متوفی (۱۵۶ھ) سے ایک روایت آئی ہے کہ صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بچی کا قصہ بیان کیا تھا جسے انہوں نے جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا تھا، جسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ روئے تھے (ج۱ص۱۵۴) اس واقعے کی سند سخت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خواب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا قصہ

3 یہ واقعہ تاریخ الخلفاء للسیوطی میں بحوالہ ابن عساکر منقول ہے۔ (ص۱۴۶)

تاریخ دمشق لابن عساکر (ج۴۷ص۳۵۸) اور تاریخ الخلفاء میں یہ روایت بسند " **زید بن أسلم أن عبدالله بن عمرو بن العاص قال** " مروی ہے۔ زید بن اسلم کی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ سند منقطع یعنی ضعیف ہے۔ اس روایت میں ابن عساکر کے استاد ابو محمد الحسن بن ابی بکر کا تعین مطلوب ہے، جس شخص کے پاس ابن عساکر کی ''معجم الشیوخ'' موجود ہے وہ اس میں اس راوی کو دیکھ لے۔

اس واقعے کے علاوہ اس مفہوم کا ایک قصہ عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس رحمہ اللہ سے بھی بعض اختلاف کے ساتھ مروی ہے، دیکھئے طبقات ابن سعد (ج۳ص۳۷۵) عبداللہ بن عبیداللہ مذکور کی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔ محمد بن عمر الواقدی (کذاب متروک) نے ایک روایت سالم بن عبداللہ عن رجل من الانصار (مجہول) کی سند سے نقل کی ہے (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۶) یہ سند موضوع ہے۔

واقدی مذکور نے ایک روایت معمر عن الزہری عن ابن عباس کی سند سے بیان کی ہے۔ (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۶ و تاریخ دمشق ۴۷/۳۵۷) یہ سند بھی موضوع ہے اور زہری کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات بھی ثابت نہیں ہے۔ اس مفہوم کی ایک روایت ابو جھضم عن عبداللہ بن عباس کی سند سے تاریخ دمشق میں موجود ہے (ج۴۷ص ۳۵۷، ۳۵۸) ابو جھضم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا یعنی ان سے ملاقات نہیں کی، دیکھئے سنن الترمذی، کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ بن عباس (ح ۳۸۲۲) یعنی یہ سند بھی منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

اس قسم کی ساری روایات ضعیف یعنی مردود ہیں جن میں یہ آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے کافی عرصہ بعد خواب میں دیکھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اب حساب کتاب سے فارغ ہوا ہوں۔

خطیب حضرات پر سخت افسوس ہے کہ وہ اس قسم کے ضعیف، مردود اور بے اصل قصے بغیر کسی خوف کے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ کیا انہیں روزِ آخرت کے حساب کا کوئی خیال نہیں ہے؟ کاش کہ یہ لوگ قرآنی آیات اور صحیح و ثابت روایات ہی بیان کرتے۔ (۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　مکرمی و محترمی مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش ہے کہ مجھے اپنے حقیقی ماموں (شیخ محمد سمیع مرحوم) کی وراثت کی تقسیم کیلئے قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۹ء میں ہوا۔ جبکہ ان کے والدین ان کی وفات سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔ مرحوم کے وارثان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں۔

حقیقی ہمشیران: ۵　(پانچ)

پھوپھی:۱　(ایک)

چچازاد بہن:۱　(ایک)

چچازاد بھائی:۱　(ایک) جو مرحوم سے پہلے ہی ۱۹۷۵ میں فوت ہوئے۔

(ان چچازاد کی اولاد)

بیٹے:۴　(چار)

بیٹیاں:۴　(چار)

برائے کرم مذکورہ رشتہ داروں میں وراثت کی تقسیم کیلئے رہنمائی فرمائیں۔

والسلام

دعا گو ارشد محمود سیٹھی

الشیخ ریپئرنگ سنٹر بوہڑ بازار، کھوٹہ　فون: 0300-9825738''

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صورتِ مسئولہ میں وراثت کی تقسیم درج ذیل ہے۔

5 حقیقی ہمشیروں کا حصہ: دو تہائی (۲/۳)

دلیل کے لئے دیکھئے سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۶

باقی بچا ایک تہائی (۱/۳) یہ حصہ

حدیث: "**الحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر**" وراثت کو اس کے حق داروں تک پہنچا دو۔ اور جو باقی بچے تو وہ (میت کے) سب سے زیادہ قریبی مرد رشتہ دار کا حصہ ہے۔ [صحیح بخاری:۶۷۳۲ وصحیح مسلم:۱۶۱۵] کی رو سے چچازاد بھائی کے چاروں بیٹوں کو ملے گا۔ اس حدیث کی رو سے، صورتِ مسئولہ میں میت کی پھوپھی، میت

کی چچازاد بہن اور چچازاد بھائی کی بیٹیاں وراثت سے محروم رہیں گی۔
تنبیہ: یہ جواب صرف اسی حالت میں ہے کہ میت کا دوسرا کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔صرف وہی رشتہ دار ہیں جو اس سوال میں مذکور ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۷ امحرم ۱۴۲۶ھ)

قسط:5 (آخری) حافظ زبیر علی زئی

دین میں تقلید کا مسئلہ

scan

الجواب: ص ۱۰
(۱) اوکاڑوی صاحب نے شاہ ولی اللہ الدھلوی الحنفی التقلیدی کی پوری عبارت مع ترجمہ وحوالہ نقل نہیں کی۔گزشتہ صفحات پرعرض کر دیا گیا ہے کہ تقلید کرنے والا جہالت کا ارتکاب کرتا ہے دیکھئے ص ۲۸، ۲۹

ھدایہ اخیرین کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ:

'' يحتمل أن يكون مراده بالجاهل المقلد لأنه ذكره في مقابلة المجتهد ''

اس کا احتمال ہے کہ (مصنف کی) جاہل سے مراد مقلد ہو کیونکہ اسے مجتہد کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۳۲/۳ حاشیہ:۲)

یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جاہل کہنے والا خود جاہل ہے۔ لہٰذا اگر شاہ ولی اللہ نے الفاظ مذکورہ لکھے ہیں تو غلط و مردود ہیں .سلطان باہو صوفی نے لکھا ہے کہ:

''بلکہ اہلِ تقلید جاہل اور حیوان سے بھی بدتر ہوتے ہیں'' (توفیق الھدایت ص ۲۰)

سلطان باہو نے مزید کہا:

''اہلِ تقلید صاحبِ دنیا اہلِ شکایت اور مشرک ہوتے ہیں'' (توفیق الھدایت ص ۱۶۷)

عبیداللہ بن المعتز (متوفی ۲۴۷ھ) سے مروی ہے کہ:

'' لافرق بين بهيمة تقاد و إنسان يقلد''

یعنی تقلید کرنے والے انسان اور ہنکائے جانے والے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۱۴، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۶، الرد علی من أخلد إلی الأرض ص ۱۲۱)

مقلد کی ان تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، کوئی مسلمان بھی صحابہ کرام پر ''مقلد'' کا فتویٰ نہیں لگا سکتا۔

صحابہ کرام کے دو ہی گروہ تھے (۱) علماء (۲) عوام

عوام کا علماء سے کتاب وسنت و دلائل پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع و اقتداء ہے۔

(۲) یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ عامی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے۔ دیکھئے مسلم الثبوت (ص ۲۸۹ ومع فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰) اور یہی مضمون (ص ۲)

شاہ ولی اللہ الحنفی کے قول: '' و صار كل واحد مقتدى ناحية من النواحي '' اور ہر ہر علاقے میں ہر ایک (صحابی) مقتدا بن گیا، کا اوکاڑوی صاحب نے ترجمہ ''اور ہر علاقے میں ایک ہی کی تقلید ہوتی تھی'' کیا ہے۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔ اقتداء اور تقلید میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اوکاڑوی صاحب کے ممدوح سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے''

(راہ سنت ص ۳۵ نیز دیکھئے یہی مضمون ص ۶)

ترجمہ غلط کر کے اوکاڑوی صاحب نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ ''۔۔انس ؓ کی تقلید ہوتی تھی'' عرض ہے کہ یہ دعویٰ صحیح سند کے ساتھ کسی ایک صحابی یا تابعی سے تقلید کے لفظ کی صراحت کے ساتھ ثابت کریں کیونکہ اصل اختلاف تقلید میں ہے

اقتداء واتباع میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۳) اس قول میں مذہب سے مراد راستہ وطریقہ ہے، تقلیدی مذھب مراد نہیں ہر شہر میں اماموں کا وجود اس کا متقاضی نہیں ہے کہ وہاں ان کی تقلید ہوتی تھی۔ مدینہ میں سعید بن المسیب وسالم بن عبداللہ بن عمر وغیرھما بڑے اماموں میں سے تھے مگر ان کی تقلید نہیں ہوتی تھی اور نہ دیوبندی و بریلوی حضرات ان کی تقلید کرتے ہیں، اوکاڑوی صاحب نے ترجمے میں ''لوگ اس کی تقلید کرتے'' کا اضافہ اپنی طرف سے گھڑ کر لکھ دیا ہے۔

(۴) صدر الائمہ مکی (ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم) کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں ہے۔ وہ زیدی شیعہ تھا اور محمود بن عمر الزمخشری المعتزلی کا خاص شاگرد تھا۔ اس کے بارے میں حافظ ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

'' له مصنف فی هذا الباب فيه من المكذوبات مالا يوصف''

اس موضوع (مناقبِ علی رضی اللہ عنہ واھل البیت) پر اس کی ایک کتاب ہے جس میں بے حساب: موضوع روایات ہیں۔ (المنتقی من منھاج السنۃ النبویہ ص ۳۱۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی موفق مذکور (اخطب خوارزم) کے بارے میں بتایا ہے۔ کہ اس کی کتاب میں موضوع روایتیں ہیں اور نہ وہ علمائے حدیث میں سے ہے اور نہ اس کی طرف اس میں رجوع کیا جاتا ہے۔

(منھاج السنۃ النبویہ ج ۳ ص ۱۰) نیز دیکھئے منھاج السنۃ (ج ۴ ص ۱۸، ۲۷، ۱۰۶)

شاہ عبدالعزیز الدھلوی حنفی لکھتے ہیں کہ:

''اور اہلِ سنت کے محدث اس پر متفق ہیں کہ روایتیں اخطب زیدی کی سب مجہول وضعیف ہیں اور بہت اس کی روایتوں سے منکر وموضوع ہیں، ہرگز اہلِ سنت اس کی روایت کی ہوئی حدیثوں کو حجت نہیں پکڑتے، اور یہی وجہ ہے کہ اگر علمائے اہلِ سنت سے نام اخطب خوارزم کا پوچھو گے کوئی نہیں پہچانے گا۔۔۔۔'' (ھدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثناعشریہ، اردو ص ۴۳۸)

scan

scan

الجواب:ص١١

(١) غیر موثق موفق مکی زیدی شیعی نے اس قصے کی جو سند فٹ کی ہے اس میں کئی راوی مجہول و نامعلوم ہیں۔عثمان بن عطاء بن ابی مسلم الخراسانی:ضعیف ہے(تقریب:۴۵۰۲)

اس قسم کے بے اصل قصوں کی مدد سے بریلوی و دیوبندی حضرات دن رات لوگوں کو ورغلانے (بہکانے) کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

(٢) یہ قصہ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ١٩٨، ١٩٩ ح ٥٠٩ دوسرا نسخہ ص ٥٤٨-٥٥٠) پر ہے۔اس کتاب کے محقق لکھتے ہیں کہ: '' **هذا الخبر تبعد صحته**'' اس خبر کا صحیح ہونا بعید ہے۔(ص٥٥٠)

اس کا بنیادی راوی ولید بن محمد الموقری: متروک ہے(تقریب:۷۴۵۳)

اس بے اصل قصے پر امام ذہبی حاشیہ لکھتے ہیں کہ:

'' **الحكاية منكرة والوليد بن محمد واه** ''

یہ حکایت منکر ہے اور ولید بن محمد سخت ضعیف ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج٥ ص٨٥)

اس قصے کی کوئی سند صحیح و ثابت نہیں ہے۔

(٣) غزالی نے اس پر اجماعِ صحابہ نقل کیا ہے کہ عامی مسئلہ پوچھے اور علماء کی اتباع کرے '' **العامي يجب عليه الاستفتاء واتباع العلماء ..** ''(المستصفی ج٢ ص٣٨٩)

اور یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ اتباع اور تقلید میں فرق ہے اور عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔

(۴) آمدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ عامی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے دیکھئے ص ۸، ۹

آمدی نے لکھا ہے کہ: صحابہ وتابعین کے زمانہ میں لوگ علماء (مجتہدین) سے مسئلے پوچھ کر ان کی اتباع کرتے تھے پس یہ اجماع ہے کہ عامی کے لئے مجتہد کی اتباع جائز ہے۔ (الاحکام ج ۴ ص ۲۳۵ ملخصاً)

یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ اتباع اور تقلید میں بہت بڑا فرق ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔ آمدی پر جرح کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۲۵۹) ولسان المیزان (۳/۱۳۴) وسیر اعلام النبلاء (۲۲/۳۶۴-۳۶۶) وتاریخ الاسلام للذهبی (۴۶/۴۷)

تنبیہ: اوکاڑوی نے آمدی سے یہ جھوٹ منسوب کیا ہے کہ اس نے کہا ہے ''بس یہی اجماع ہے کہ عامی مجتہد کی تقلید کرے''

(۵) شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے قول "**یقلدون من اتفق من العلماء**" کا مطلب ہے کہ جو عالم ملتا اس سے مسئلہ پوچھ لیتے تھے۔ یہاں پر تقلید کا لفظ غلط استعمال کیا گیا ہے۔ شیخ عزالدین کی اصل کتاب دیکھنی چاہئے کہ وہاں یہ الفاظ موجود ہیں یا نہیں؟ اور اگر اصل کتاب میں مل بھی جائیں تو تقلید کی مقرر تعریف کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

العزبن عبدالسلام کے بارے میں شیخ قطب الدین نے لکھا ہے کہ:

''**كان رحمه الله مع شدته فيه حسن محاضرة بالنوادر والأشعار و كان يحضر السماع ويرقص و يتواجد**''

آپ رحمہ اللہ اپنی سختی کے ساتھ نوادر واشعار کو خوب پسند کرتے تھے۔ سماع (کی محفل یعنی قوالی) میں حاضر ہوئے، رقص کرتے (یعنی ناچتے) اور وجد کرتے تھے (تاریخ الاسلام للذهبی ج ۴۸ ص ۴۱۹)

(۶) شاہ ولی اللہ الحنفی کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ عامی عالم سے استفتاء کرے گا یعنی مسئلہ پوچھے گا۔ اور یہ بار بار ثابت کر دیا گیا ہے کہ عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے دن کا نام رات رکھ لیا جائے۔

تنبیہ: اوکاڑوی صاحب، عربی عبارتوں کے ترجمے اور حوالوں کی نقل میں زبردست خیانت کرتے ہیں وہ فنِ خیانت وکذب وافتراء کے ''امام'' ہیں۔

scan

الجواب: ص۱۲

(۱) قرآن کی تلاوت وتدریس اوراحادیث پڑھنا پڑھانا روایت میں سے ہے، رائے وتقلید میں سے نہیں۔امتِ مسلمہ کے کسی مستند عالم نے قرآن کی قرأت کو تقلید نہیں کہا۔

پہلے لغت واصول فقہ سے متعین شدہ تقلید کی تعریف پیش کریں پھر اس کے بعد اس کا ثبوت با حوالہ وترجمہ پیش کریں۔ خالی خولی زبانی الفاظ اور بے حوالہ تحریر سے کس طرح مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے؟

(۲) شاہ ولی اللہ الدھلوی الحنفی کی تحریرات میں ہر قسم کی باتیں موجود ہیں۔ان کے لئے ایسے حوالے ہیں جو اہلِ تقلید کے خلاف پیش ہوسکتے ہیں۔مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

'' **العامي لا مذهب له** '' عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔(عقد الجید ۵۲)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں و بریلویوں کے عوام وعلماء سب لا مذہب ہیں۔شاہ ولی اللہ کے اس قول کی رو سے اوکاڑوی صاحب لا مذہب ہیں۔شاہ صاحب کی جن تحریروں سے تقلید کی کسی قسم کا جواز ملتا ہے تو اس کے رد کے لئے شاہ صاحب کا درج ذیل قول ہی کافی ہے۔فرماتے ہیں:

'' **وهاأنا برئ من كل مقالة صدرت مخالفة لآية من كتاب الله أو سنة قائمة عن رسول الله ﷺ أو إجماع القرون المشهود لها بالخير أو ما اختاره جمهور المجتهدين و معظم سواد المسلمين** ''

یعنی میں ہر اس قول سے بری ہوں جو (مجھ سے) کتاب وسنت واجماع اور جمہور مجتہدین وعام مسلمین کے خلاف صادر ہوا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج اص ۱۰،۱۱ ملخصاً مفہوماً)

چونکہ تقلید کا رد کتاب وسنت و اجماع و جمہور مجتہدین سے ثابت ہے لہذا تقلید کے جواز والا قول خود بخود مردود ہو گیا۔ رہا یہ دعویٰ کہ کوئی مجتہد مطلق ۳۰۰ھ کے بعد پیدا نہیں ہوا، دعویٰ بلا دلیل ہے۔ صحیح بخاری کو غلط قرار دینے والے حنفیوں کا امت میں کوئی مقام نہیں ہے۔

یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفی کہتا تھا:

''من نظر فی کتاب البخاري تزندق''

جو شخص امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) پڑھتا ہے وہ زندیق (یعنی کافر) ہوجاتا ہے (شذرات الذھب ج ۷ ص ۴۰ وابناء الغمر بابناء العمر لابن حجر ۴/۳۴۸)

سبحانک ھذا بھتان عظیم

scan

الجواب: ص ۱۳

(۱) یمن میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آپ نے لوگوں کو تقلید سے منع کر دیا تھا دیکھئے یہی مضمون ص ۲۵

(۲) عقد الجید کے اس حوالے کے بعد لکھا ہوا ہے کہ:

" وقال النووي :الذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التمذهب بمذهب بل يستفتي من يشاء "

نووی (شافعی) نے کہا کہ: دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ عامی پر کسی (فقہی) مذھب کی پابندی لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مرضی ہے جس (عالم) سے چاہے مسئلہ پوچھ لے (ص ۵۰ سطر ۷)

نووی کا یہ قول، اوکاڑوی صاحب نے چھپالیا ہے۔

(۳) اجماع صرف اس بات پر ہے کہ لاعلم آدمی (عامی وجاھل) کو اگر مسئلہ درپیش ہو تو عالم سے پوچھ لے۔ تقلید پر کبھی اجماع نہیں ہوا بلکہ اس کے خلاف اجماع ہوا ہے دیکھئے ص ۲۴

(۴) قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إنكم تكتبون في كتابنا مالا نقوله " تم ہماری کتابوں میں وہ (باتیں) لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے۔

(الجرح والتعدیل ۹/۲۰۱ وسندہ صحیح) نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۱۴/۲۵۸)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ قاضی ابو یوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔ قاضی صاحب پر جمہور محدثین کی جرح کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۶۰/۳۰۰، ۳۰۱) وغیرہ،

قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ:

" ألا تعجبون من يعقوب ، يقول عليّ ما لا أقول " کیا تم لوگ یعقوب (ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے؟ وہ میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (التاريخ الصغير للبخاري ج ۲ ص ۲۱۰، وفيات : عشر إلى تسعين ومائة / وإسناده حسن، وله شواهد فالخبر صحيح ، انظر تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء ص ۱۲۲ ت ۴۲۵)

(۵) محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کذاب، یعنی جھوٹا ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۲/۱۸۱ اولسان المیزان ۵/۱۲۲)

ابو یوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی دونوں تقلید نہیں کرتے تھے۔

scan

scan

الجواب: ص۱۴

(۱) کتاب وسنت کے خلاف بات کو ''مت مانو'' کا مطلب صرف یہی ہے کہ ہماری تقلید نہ کرو، اسی لئے امام شافعی (مجتہد) فرماتے ہیں: ''**ولا تقلدونی**'' اور میری تقلید نہ کرو۔ (آداب الشافعی ص۵۱، اور یہی مضمون ص۲۷)

(۲) مجتہدین تو یہ فرمارہے ہیں کہ ہماری تقلید نہ کرو اور اوکاڑوی صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ''ان کی تقلید کا حکم ان کے اپنے اقوال سے ثابت ہوا''!

سبحان اللہ، عجیب دیوبندی علمِ کلام ہے جس میں قرآن وسنت کے موافق قول تسلیم کرنے کو تقلید کہتے ہیں؟

(۳) اوکاڑوی صاحب نے تقلید نہ کرنے والوں (مثلاً شیخ عبدالعزیز ابن باز، شیخ مقبل بن ھادی اور متبعین کتاب و سنت) کو جو گالی دی ہے اس کا معاملہ ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہی اس سے حساب لے گا۔ ان شاء اللہ

scan

الجواب: ص ۱۵

(۱) تصنیف: محمد تقی عثمانی دیوبندی (حال زندہ)

(۲) تصنیف: سرفراز خان صفدر دیوبندی (حال زندہ)

(۳) تصنیف: محمد اسماعیل سنبھلی (وفات نومبر/غالباً ۱۹۷۵ء؟)

(۴) تصنیف: اشرف علی تھانوی دیوبندی (متوفی ۱۹۴۳ء) الاقتصاد فی التقلید والاجتھاد

(۵) تصنیف: ؟

(۶) تصنیف: خیر محمد جالندھری دیوبندی (وفات ۱۳۹۰ھ)

(۷) تصنیف: قاری محمد طیب دیوبندی (متوفی ۱۹۸۳ء) بحوالہ حقیقت حقیقت الالحاد ص ۳۹

(۸) تصنیف: ؟

(۹) تصنیف: نواب قطب الدین الدھلوی (متوفی ۱۲۸۹ھ)

(۱۰) تصنیف: نواب قطب الدین الدھلوی (وفات ۱۲۸۹ھ)

(۱۱) تصنیف: ؟

(۱۲) تصنیف: ؟

(۱۳) تصنیف: رشید احمد گنگوہی دیوبندی (متوفی ۱۹۰۵ء)

(۱۴) تصنیف: محمود الحسن دیوبندی (متوفی ۱۹۲۰ء)

(۱۵) تصنیف: محمود الحسن دیوبندی (متوفی ۱۹۲۰ء)

(۱۶) تصنیف: محمد شاہ حنفی (وفات؟)

سعید احمد پالنپوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ''مصنف محمد شاہ صاحب کے حالات ہمیں نہیں مل سکے'' پیش لفظ: ایضاح الادلہ جدید (ص ۳۰) یعنی یہ مجہول ہے۔

(۱۷) تصنیف: محمد ارشاد حسین فاروقی مجددی (وفات ۱۸۹۳ء)

(۱۸) تصنیف: ؟

یہ سب کتابیں انگریزی دور اور اس کے بعد میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں کے لکھنے والوں میں سے ایک بھی مستند عند الفریقین امام یا محدث نہیں۔ ان کتابوں کے برعکس مستند ائمہ اسلام نے تقلید کے رد پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً

۱: قاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب **الایضاح فی الرد علی المقلدین**

۲: ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) کی اعلام الموقعین

۳: ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کا باب: فساد التقلید

۴: سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب الرد علی من أخلد إلی الأرض

کسی ایک مستند امام یا عالم نے تقلید کے جواز یا وجوب پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ قاضی ابن ابی العز الحنفی (متوفی ۷۹۲ھ) کی کتاب '' الاتبـــاع '' علامہ الفلانی رحمہ اللہ کی کتاب ایقاظ ھمم اولی الابصار'' شیخ محمد حیات السندھی کے رسالے، ابو شامہ المقدسی کی '' مختصر المؤمل ''وغیرہ میں رد تقلید کے بہترین دلائل موجود ہیں والحمدللہ۔

تقلید کے بارے میں سولات اور اُن کے جوابات

آخر میں تقلید اور اہل تقلید کے بارے میں بعض الناس کے سوالات اور ان کے جوابات پیشِ خدمت ہیں۔

سوال (۱): تقلید کسے کہتے ہیں؟

جواب: لغت اور اصولِ فقہ کی رو سے '' آنکھیں بند کر کے، بغیر سوچے سمجھے، کسی امتی کی بے دلیل بات'' ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔

جدید مقلدین کے طرزِ عمل کی رو سے '' کتاب وسنت کے مخالف ومنافی قول ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔ مقلدین قرآن و حدیث کو حجت نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک صرف قولِ امام ہی حجت ہوتا ہے۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی کے مفتی محمد (دیوبندی) لکھتے ہیں کہ: ''مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی سب سے بڑی دلیل ہے''

(ضرب مومن جلد ۳ شمارہ ۱۵ ص ۶ مطبوعہ ۹ تا ۱۵۔ اپریل ۱۹۹۹ء)

سوال (۲): کیا حدیث ماننے کو تقلید کہتے ہیں؟

جواب: حدیث ماننے کو تقلید نہیں کہتے بلکہ اتباع کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کی حدیث ماننا آپ کی طرف رجوع ہے۔ متعدد فقہاء نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف رجوع تقلید نہیں ہے دیکھئے ص ۲ وغیرہ

سوال (۳): کیا صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ کی کتابیں) ماننا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے؟

جواب: جی ہاں، یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اتباع ہے۔ اتباع کی دو قسمیں ہیں:

اول: اتباع بالدلیل

دوم: اتباع بلا دلیل، اسے تقلید کہتے ہیں۔

شریعتِ اسلامیہ میں اتباع بالدلیل مطلوب ہے اور بلا دلیل ممنوع ہے۔ صحاح ستہ و دیگر کتبِ احادیث کی احادیث پر ایمان

وعمل اتباع بالدلیل ہے۔

سوال (۴): کیا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے؟

جواب: جی ہاں، عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ دیوبندی وبریلوی عوام اپنے علماء سے مسئلے پوچھتے ہیں۔ مثلاً رشید احمد دیوبندی (ایک عام ان پڑھ شخص) اپنے عالم، مولوی مجیب الرحمٰن سے مسئلہ پوچھتا ہے۔ کیا دیوبندی علماء یہ کہیں گے کہ رشید احمد اب مجیب الرحمٰن کا مقلد بن کر ''مجیبی'' بن گیا ہے؟

جب حنفی شخص اپنے مولوی سے مسئلہ پوچھ کر حنفی ہی رہتا ہے(!) تو اس کا مطلب واضح ہے کہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔

سوال (۵): کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حنفی یا شافعی ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، دیکھئے سورت آل عمران آیت: ۳۲

ملا علی قاری حنفی (متوفی: ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

'' ومن المعلوم أن الله سبحانه ماكلف أحداً أن يكون حنفياً أو مالكياًأو شافعياً أو حنبلياًبل كلفهم أن يعملوا بالكتاب والسنة إن كانوا علماء وأن يقلدوا العلماء إذا كانوا جهلاء''

یہ معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ نے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس پر مجبور کیا ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو کتاب وسنت پر عمل کریں اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی تقلید کریں (شرح عین العلم وزین الحلم ج ۱ ص ۴۴۶)

ملا علی قاری کے اس اعتراف سے معلوم ہوا کہ:

۱: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حنفی وشافعی بننے کا حکم نہیں دیا۔

۲: کتاب وسنت کی اتباع کرنی چاہئے۔

۳: جاہلوں کو چاہئے کہ علماء سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کریں۔

تنبیہ: ملا علی قاری نے یہاں ''تقلید کریں'' کا غلط لفظ استعمال کیا ہے۔ مسئلے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع واقتداء کہلاتا ہے۔ لہٰذا صحیح الفاظ درج ذیل ہیں:

'' **وأن يتبعوا العلماء إذا كانوا جهلاء** '' اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی اتباع کریں۔

سوال نمبر (۶): عالم سے مسئلہ کس طرح پوچھنا چاہئے؟

جواب: سب سے پہلے کتاب وسنت کا عالم تلاش کیا جائے، پھر اس کے پاس جا کر یا رابطہ کر کے ادب واحترام سے پوچھا جائے کہ اس مسئلے میں مجھے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بتائیں، یا قرآن وحدیث سے جواب دیں یا دلیل سے جواب دیں۔

سوال(۷): کیا امت مسلمہ میں صرف چار ہی امام (امام، ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) گزرے ہیں، یا دوسرے امام بھی تھے؟

جواب: امت مسلمہ میں صرف چار امام ہی نہیں گزرے بلکہ ہزاروں امام گزرے ہیں مثلاً سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سالم بن عبداللہ بن عمر، حسن بصری، سعید بن جبیر، اوزاعی، لیث بن سعد، بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین.

سوال(۸): ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کس کی تقلید کرتے تھے؟

جواب: ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کتاب وسنت پر عمل کرتے تھے، کسی قسم کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

سوال(۹): کیا ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید کا حکم دیا ہے؟

جواب: ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کتاب وسنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال(۱۰): کیا ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے؟

جواب: جی ہاں، ان چاروں اماموں سے مروی ہے کہ انہوں نے تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

سوال(۱۱): چاروں امام کس کے مقلد تھے؟

جواب: چاروں امام کسی کے بھی مقلد نہیں تھے. وہ کتاب وسنت پر عمل کرتے تھے۔

سوال(۱۲): چاروں ائمہ کرام افضل ہیں یا خلفائے راشدین؟ جب ان چار ائمہ کی تقلید واجب ہے تو ان چار خلفائے راشدین کی تقلید کیوں واجب نہیں؟

جواب: چاروں خلفائے راشدین ان چاروں اماموں بلکہ ساری امت سے بالاتفاق افضل ہیں۔ نہ تو خلفائے راشدین کی تقلید واجب ہے اور نہ کسی اور کی، حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے اور ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے جو کہ اتباع بالدلیل ہے۔ چاروں اماموں کی تقلید واجب قرار دینا بالکل باطل اور مردود ہے۔

سوال(۱۳): کیا قرآن مجید کی سات قرأتیں اور فقہی چار مذاہب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں؟

جواب: قرآن مجید کی سات قرأتیں بطریقۂ روایت نبی ﷺ سے ثابت ہیں جبکہ فقہی چار مذاہب کے اندر بہت سا حصہ ائمہ اور متبوعین ائمہ کی آراء، قیاسات واجتہادات پر مشتمل ہے۔ رائے اور روایت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سچا آدمی ''الف'' ہے. وہ ''ب'' کے پاس جا کر اسے کہتا ہے کہ مجھے آپ کے والد صاحب نے کہا ہے کہ میرے بیٹے کو کہو فوراً گھر آ جائے۔ یہ روایت ہے.''ب'' اس کی روایت مان کر فوراً گھر چلا جاتا ہے تو ''ب'' نے اپنے والد کی اطاعت کی ہے۔ ''الف'' کی تو صرف روایت مانی ہے۔ یہی ''الف'' اپنے دوست ''ب'' سے کہتا ہے: آئیں

بازار جا کر کچھ شاپنگ (خریداری) کرتے ہیں۔ یہ ''الف'' کی رائے ہے۔ اب اس کی مرضی ہے مانے یا نہ مانے۔

شریعتِ اسلامیہ میں سچے راوی کی روایت ماننے کا حکم ہے جبکہ ایک شخص کی رائے کا ماننا دوسرے شخص پر ضروری نہیں ہے۔ حنفی حضرات، امام شافعی وغیرہ کی آراء واجتہادات نہیں مانتے صرف اپنے مفتی بھا اقوال ہی تسلیم کرنے کے دعویدار ہیں۔ صحیح السند قرأتوں میں سے کسی ایک قرأت کا انکار بھی کفر ہے جبکہ کسی غیر نبی کی صحیح السند رائے کا انکار نہ کفر ہے اور نہ گمراہی بلکہ جائز ہے۔

صحابہ وتابعین کے بہت سے ثابت شدہ فتاوی ایسے ہیں جنہیں حنفی حضرات نہیں مانتے۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے میں ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰ وسندہ صحیح)

۲: ابرھیم نخعی و سعید بن جبیر دونوں، جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۸/۱ ح ۱۹۷۷، ۱۸۹/۱ ح ۱۹۸۹)

۳: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے عید کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں (موطا امام مالک ۱۸۰/۱ ح ۴۳۵)

۴: طاؤس رحمہ اللہ تین وتر پڑھتے تھے (تو) ان کے درمیان قعدہ نہیں کرتے تھے یعنی صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لئے بیٹھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲۷/۳ ح ۴۶۶۹ وسندہ صحیح)

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، اگر کسی ایک مجتہد کی کوئی رائے نہ ماننا ''لا مذھبیت'' ہے تو دیوبندی وبریلوی حضرات یقیناً لا مذھب ہیں کیونکہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ اور فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مجتہدین کی آراء وفتاوی کو علانیہ رد کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ: ''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶)

سوال (۱۴): کیا بخاری ومسلم کے راوی مقلد (تقلید کرنے والے) تھے؟

جواب: بخاری ومسلم کے اصول کے (یعنی بنیادی) راوی ثقہ ومعتبر علماء میں سے تھے۔ عالم کا تقلید کرنا کتاب وسنت و اجماع وآثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ امام ابن حزم نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بہت سے راویوں کے نام لکھے ہیں جو تقلید نہیں کرتے تھے۔ مثلاً

احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، ابوعبید، ابوخیثمہ، محمد بن یحیی الذھلی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، سعید بن منصور، قتیبہ، مسدد، الفضل بن دکین، محمد بن المثنی، ابن نمیر، محمد بن العلاء، سلیمان بن حرب، یحیی بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مھدی، عبدالرزاق، وکیع، یحیی بن آدم، ابن المبارک، محمد بن جعفر، اسماعیل بن علیہ، عفان، ابوعاصم النبیل، لیث بن سعد، اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن زید، ھشیم، ابن ابی ذئب وغیرھم

(دیکھئے الرد علی من أخلد إلی الأرض للسیوطی ص ۱۳۶، ۱۳۷)

صحیح بخاری وصحیح مسلم واحادیثِ صحیحہ کے راویوں میں سے صرف ایک راوی کا بھی مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔

سوال (۱۵): اہلِ حدیث کسے کہتے ہیں؟

جواب: دو قسم کے لوگوں کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔

۱: محدثین کرام

۲: حدیث کی اتباع کرنے والے لوگ (یعنی محدثین کرام کے عوام) دیکھئے مجموع فتاوی ابن تیمیہ،

محدثینِ کرام تقلید نہیں کرتے تھے (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۰ص ۴۰ والرد علی من أخلد الی الارض ص ۱۳۶، ۱۳۷)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

''**لیس لأھل الحدیث منقبة أشرف من ذلک لأنه ، لا إمام لھم غیره** ﷺ''

اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے سوا ان کا کوئی (متبوع) امام نہیں ہے۔

(تدریب الراوی ۲/ ۱۲۶ نوع: ۲۷)

سوال (۱۶): آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ۴۳، الأنبیاء: ۷) کا مفہوم وترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھو

مفہوم: معلوم ہوا کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱: اہلِ ذکر یعنی علماء ۲: **لا یعلمون** یعنی عوام

عوام پر لازم ہے کہ علماء سے دو شرطوں پر مسائل پوچھیں۔

۱: قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا عالم ہو، اہلِ تقلید میں سے نہ ہو۔

۲: یہ پوچھا جائے کہ مجھے قرآن وحدیث سے مسئلہ بتائیں یا اللہ ورسول کا حکم بتادیں۔

عامی کا عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے جیسا کہ ص ۲ پر گزر چکا ہے۔ عُرفِ عام میں بھی اسے تقلید نہیں سمجھا جاتا کیونکہ دیوبندیوں و بریلویوں کے عوام اپنے مولویوں سے مسئلے پوچھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ وہ اپنے فلاں فلاں مولوی، جس سے مسئلہ پوچھا ہے، کے مقلد ہو گئے ہیں۔

سوال (۱۷): کیا استاد کے پاس پڑھنا تقلید ہے؟

جواب: استاد کے پاس پڑھنا تقلید نہیں ہے اور نہ اسے کسی نے تقلید کہا ہے۔ مثلاً غلام اللہ خان دیوبندی کے پاس پڑھنے والے شاگردوں کو کوئی دیوبندی بھی غلام اللہ خان کے مقلدین نہیں کہتا، بلکہ اپنا ہم عقیدہ دیوبندی یا حنفی کا حنفی ہی

سمجھتا ہے۔

سوال(۱۸): آیت ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ (لقمان:۱۵)

کا کیا ترجمہ ومفہوم ہے؟

جواب: ترجمہ: اور اتباع کر اس کے راستے کی، جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔

مفہوم: اتباع کی دو قسمیں ہیں: (1) اتباع بادلیل (2) اتباع بے دلیل

یہاں اتباع بادلیل مراد ہے جو کہ تقلید نہیں ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو غیر نبی کی، بے دلیل، آنکھیں بند کر کے اندھا دھند تقلید کا حکم دیا ہے، انتہائی باطل اور جھوٹی بات ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''یعني المؤمنین'' یعنی تمام مؤمنین کے راستے کی اتباع کر (تفسیر ابن کثیر ۵/۱۰۶)

لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ والحمدللہ

سوال(۱۹): آیت ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ:۶،۷)

کا ترجمہ ومفہوم کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: (اے اللہ) ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے، اُن لوگوں کے راستے کی طرف جن پر تُو نے انعام کیا ہے۔

مفہوم: یہاں پر تمام ربانی انعام یافتہ لوگوں کے راستے کا ذکر ہے، بعض انعام یافتہ کا نہیں، لہذا اس آیتِ کریمہ سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ربانی انعام یافتہ (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کا راستہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے، آنکھیں بند کر کے، کسی غیر نبی کی بے دلیل و بے حجت پیروی نہیں، لہذا اس آیت سے بھی تقلید کا رد ہی ثابت ہے۔ والحمدللہ

سوال(۲۰): آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (النساء:۵۹) کا ترجمہ ومفہوم کیا ہے؟

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور الوالامر کی (اطاعت کرو) پس اگر کسی چیز میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور اچھا طریقہ ہے۔

مفہوم: اس آیت میں اولی الامر سے مراد دو گروہ ہیں: (1) امراء (تمام امراء) (2) علماء (تمام علماء)
تمام علماء کی بادلیل اطاعت کا مطلب اجماع پر عمل ہے۔ لہذا اس سے تقلید ثابت نہ ہوئی، آیت کے دوسرے حصے سے صاف ظاہر ہے کہ تقلید حرام ہے کیونکہ تمام اختلافات وتنازعات میں کسی عالم یا فقیہ کی طرف رجوع کا حکم نہیں بلکہ صرف اللہ (قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف رجوع کا ہی حکم ہے۔ (ختم شد والحمدللہ)

نماز کے بعض اختلافی مسائل

حافظ زبیر علی زئی

نماز کا پورا طریقہ، احادیثِ صحیحہ ومقبولہ سے بیان کرنے کے بعد ☆ اب وہ بعض اختلافی مسائل پیشِ خدمت ہیں جن میں فقہاءِ کرام کا اختلاف ہے، ان مسائل میں فریقین کے دلائل کا غیر جانب دارانہ جائزہ، قرآن، حدیث، اجماع، اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور اصول فقہ کی روشنی میں لکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حق سننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

((رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ))

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کے سنت و (بلحاظِ لغت) مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین درج ذیل احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:
میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں (تکبیر تحریمہ کے لئے) کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتی کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے۔ آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے تھے اور فرماتے: سمع اللہ لمن حمدہ، اور آپ ﷺ سجدوں میں (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔ (۱)

۲: ابوقلابہ (مشہور تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ جب نماز پڑھتے تکبیر (اللہ اکبر) کہتے پھر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو) رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ (۲)

۳: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں داخل ہوئے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا (کانوں تک) پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کپڑا لپیٹ لیا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ باہر نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا (اور) رفع یدین کیا، پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ (۳)

☆ دیکھئے الحدیث:۱ص۶۔۱۹

(۱) البخاری:۷۳۶ ولفظہ " رأيت رسول الله ﷺ إذا قام في الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه ، وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع و يفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع و يقول: سمع الله لمن حمده ، ولا يفعل ذلك في السجود " (مسلم:۳۹۰ وترقیم دارالسلام: ۸۶۱۔۸۶۳)

(۲) مسلم:۲۴/۳۹۱ ولفظہ " أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ثم رفع يديه وإذا أرادأن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كا ن يفعل هكذا" والبخاری:۷۳۷　(۳) مسلم:۵۴/۴۰۱

ابوحمیدالساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرے صحابہ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (۱)

نیز درج ذیل صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۵: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲)

۶: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ (۳)

۷: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (۴)

۸: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۵)

۹: جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (۶)

۱۰: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (۷)

معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین والی روایت متواتر ہے۔ دیکھئے نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ص ۳۱، ۳۲، اور میری تصنیف کردہ کتاب: نور العینین فی (اثبات) مسئلہ رفع الیدین، طبع اول ص ۸۹، ۹۰

---

(۱) ابوداؤد:۷۳۰ وسندہ صحیح،

(۲) جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: (۱) وسندہ حسن، ابوداؤد:۷۴۴، ۷۶۱، الترمذی:۳۴۲۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' ابن ماجہ:۸۶۴ وصححہ ابن خزیمہ:۵۸۴، وأحمد بن حنبل (نصب الرایہ ۴۱۲/۱)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد: حسن الحدیث ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۸، ۱۷۰)

(۳) ابن خزیمہ:۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن

(۴) الدارقطنی (۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱) وسندہ صحیح

(۵) البیھقی فی السنن الکبریٰ ۷۳/۲ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین طبع اول ص ۸۷، ۸۸

(۶) مسند السراج، قلمی ص ۵۲ ومطبوع: ح ۹۲، وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۶۸ ابوالزبیر المکی نے سماع کی تصریح کردی ہے اور ابوحذیفہ حسن الحدیث راوی ہے۔

(۷) ابوداؤد:۷۳۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے یہی صفحہ، فقرہ:۴، حاشیہ:۱

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد درج ذیل صحابہ کرام رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر (بغیر کسی انکار کے) عمل پیرا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۱)
۲: مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (۲)
۳: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (۳)
۴: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۴)
۵: عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۵)
۶: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶)
۷: انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۷)
۸: جابر رضی اللہ عنہ (۸)
۹: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ (۹)
۱۰: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۰)

مشہور تابعی، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (۱۱)

---

(۱) البخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، وأخطأ من أعله وقال البغوي: هذا الحديث صحيح (شرح السنۃ ۳/۲۱)
(۲) البخاری: ۷۳۸ و مسلم: ۳۹۱
(۳) الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح
(۴) البیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح
(۵) البیہقی ۲/۷۳ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح
(۶) عبدالرزاق فی المصنف ۲/۶۹ ح ۲۵۲۳، ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ وسندہ حسن
(۷) جزء رفع یدین: ۲۰ وسندہ صحیح

(۸) مسند السراج قلمی ص ۲۵ وسندہ حسن

(۹) جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح

(۱۰) الخلافیات للبیہقی بحوالہ شرح الترمذی لابن سید الناس، قلمی ج ۲ ص ۲۱۷ وسندہ حسن، دیکھئے نور العینین طبع دوم ص ۱۹۴۔۲۰۳

(۱۱) البیہقی فی السنن الکبری ۲/۷۵ وسندہ صحیح

صحابہ کرام کے ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح وحسن: ترکِ رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ ثابت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے'' (۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع یدین کے عمل پر صحابہ کرام کا اجماع ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اگر رفع یدین متروک یا منسوخ ہوتا تو صحابہ کرام بالاتفاق اس پر عمل نہ کرتے، ان کا اتفاق واجماع یہ ثابت کر رہا ہے کہ ترکِ رفع یدین یا منسوخیت کا دعوی، سرے سے ہی باطل ہے۔ مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

نماز میں آدمی جو (مسنون) اشارہ کرتا ہے تو اسے ہر اشارے کے بدلے (ہر انگلی پر) ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے (۲)

((مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد))

اب مخالفین رفع یدین، تارکین اور مدعیان نسخ کے شبہات کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف پہلی دفعہ (۳)

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے کر رہے ہیں۔ لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے یہ سند ضعیف ہے۔

---

(۱) جزء رفع الیدین: ۷۷ والمجموع شرح المہذب للنووی ۳/۴۰۵

(۲) الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن

یہ اثر حکماً مرفوع ہے اور مرفوعاً بھی مروی ہے دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ ج ۷ ص ۸۴۸ ح ۳۲۸۶ عموم قرآن (سورۃ الانعام: ۱۶۱) بھی اس کا مؤید ہے۔

امام اسحاق بن راھویہ، محدث فقیہ مشہور نے اس اثر سے یہ ثابت کیا ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر، ہر اشارے کے بعد دس نیکیاں ملتی ہیں دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح،

امام اہلِ سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس اثر سے ''رفع الیدین فی الصلوۃ'' پر استدلال کرتے ہیں دیکھئے مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد

۱/۷۲۳ والتلخیص الحبیر ۱/۲۲۰

(۳) ابوداود: ۷۴۸ من طريق سفيان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود به وقال:" هذا حديث مختصر من حديث طويل و ليس هو بصحيح على هذا اللفظ" الترمذی: ۲۵۷ وقال: " حديث حسن " النسائی: ۱۰۲۷، ۱۰۵۹، یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔

سفیان الثوری کے شاگرد ابوعاصم (الضحاک بن مخلد النبیل) المرتد ہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
نرى أن سفيان الثوري إنما دلسه عن أبي حنيفة ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سفیان ثوری نے اس روایت میں ابوحنیفہ سے تدلیس کی ہے (سنن الدارقطنی ۳/۲۰۱ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح)
حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں کہ:
" وأما المدلسون الذين هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري و الأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم . ." (الاحسان، طبع مؤسسۃ الرسالۃ ۱/۱۶۱ قبل ح۱)
یعنی: اور مدلس جو ثقہ وعادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری، اعمش اور ابواسحاق (السبیعی) وغیرہم، تو ہم ان کی (بیان کردہ) احادیث سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ انہوں نے سماع کی تصریح کی ہو۔
قسطلانی، عینی اور کرمانی فرماتے ہیں کہ:
سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے (اس روایت میں) سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، للقسطلانی ج ۱ ص ۲۸۶، عمدۃ القاری للعینی ج ۳ ص ۱۱۲، شرح الکرمانی ج ۳ ص ۶۲)
ابن الترکمانی الحنفی نے کہا: " **الثوري مدلس و قد عنعن** " (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲)
تفصیل کے لئے دیکھئے میرا رسالہ " التأسيس في مسألة التدليس " (ص ۲۰۔۳۲)
تنبیہ اول: سفیان ثوری کی اس معنعن والی روایت کی نہ کوئی متابعت ثابت ہے اور نہ کوئی شاھد، العلل للدارقطنی میں متابعت والا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
تنبیہ ثانی: امام ابن المبارک، الشافعی، ابوداود، دارقطنی وغیرہ جمہور محدثین نے اس روایت کو غیر ثابت شدہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

۲: یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی (ثقہ تابعی) سے روایت کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے (اور) پھر دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔(۱)
یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یزید کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

نور العینین طبع اول ص ۱۰۸، ۱۰۹ و طبع ثانی ص ۱۳۵، ۱۳۶ یزید بن ابی زیاد کی متابعت میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے (ابو داود: ۷۵۲ و قال: ھذا الحدیث لیس بصحیح) اس روایت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے فیض الباری لأنور شاہ الکشمیری الدیوبندی (ج ۳ ص ۱۶۸)

---

(۱) ابو داود: ۷۴۹ و سندہ ضعیف

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے لی ہے (کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ و معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ مخطوط) لہذا یہ متابعت مردود ہے۔

۳: باطل سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (۱)

اس کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۱) نیز دیکھئے نور العینین طبع اول ص ۱۱۷ و طبع دوم ص ۱۴۳ امام احمد بن حنبل نے محمد بن جابر کی اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ: یہ حدیث منکر ہے (۲) حاکم نیسابوری نے کہا: ھذا إسناد ضعیف (۳) اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے (۴)

۴: بعض لوگ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی سے ایک روایت " فلا یرفع" (ح ۶۱۴) پیش کرتے ہیں حالانکہ مسند حمیدی کے دو قدیم نسخوں اور حسین سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی (۵) میں " فلا یرفع" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے۔

حسین الدارانی کے نسخے میں حدیثِ مذکور کی سند و متن درج ذیل ہے:

''۶۲۶۔ حدثنا الحمیدی قال: حدثنا سفیان قال: حدثنا الزھری قال: أخبرنی سالم بن عبد الله عن أبیه قال: رأیت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذو منکبیه و إذا أراد أن یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع و لا یرفع بین السجدتین "

ابونعیم الاصبہانی نے المستخرج علی صحیح مسلم میں یہ روایت حمیدی کی سند سے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کی ہے۔ (۶)

۵: بعض لوگ مسند ابی عوانہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ''لا یرفعھما'' سے پہلے ''و'' گر گئی ہے حالانکہ مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں یہ ''و'' موجود ہے جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے نفی نہیں ہوتی (۷)

---

(۱) الدارقطنی ۱/۲۹۵ ح ۱۱۲۰ وقال: " تفرد به محمد بن جابر و کان ضعیفاً"

(۲) کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ ۵ رقم ۷۰۱

(۳) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۰

(۴) دیکھئے مجمع الزوائد ج۱ص۱۱۹،۱۲۰وقال: " ولا يقبل من حديث حماد بن أبي سليمان إلاما رواه عنه القدماء : شعبة و سفيان الثوري و الدستوائى و من عدا هؤلاء رووا عنه بعد الاختلاط"

(۵) مطبوعہ دار السقا، دمشق، داریا، ج۱ص۵۱۵ ح۶۲۶

(۶) ج۲ص۱۲ ح۸۵۶

(۷) دیکھئے نور العینین طبع دوم ص۱۷۲،۲۶۹

۶: بعض لوگ ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں ترکِ رفع یدین کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً المدونۃ الکبری (ج۱ص۷۱) کی روایت، وغیرہ، حالانکہ ایک روایت میں ذکر موجود ہونے کے بعد دوسری روایت میں عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہوتا (۱)

۷: بعض لوگ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمہیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو (۲)

یہ روایت مسند احمد (ج۵ص۹۳ ح۲۱۱۶۶) میں ''وھم قعود'' (اور بیٹھے ہوتے تھے) کے الفاظ کے ساتھ مختصراً موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قیام والے رفع یدین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس میں قعدے (بیٹھنے، تشہد) والی حالت میں ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ شیعہ ''حضرات'' کرتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ آج کل بھی کیا جا سکتا ہے۔ شیعہ کے رد والی حدیث کو اہلِ سنت کے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرنے والے کو ''لایعلم'' (یعنی بے علم) قرار دیا ہے۔ (۳)

امام نووی اس استدلال کو بدترین جہالت کہتے ہیں۔ (۴)

محمود الحسن دیوبندی ''اسیر مالٹا'' فرماتے ہیں کہ: ''باقی اذناب الخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں، کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقتِ سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے آپ ﷺ نے اس کو منع فرما دیا'' (۵)

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ: ''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے'' (۶)

معلوم ہوا کہ رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے امام بخاری کی کتاب ''جزء رفع الیدین'' بتحقیقی اور میری کتاب ''نور العینین (۷) کا مطالعہ فرمائیں۔

---

(۱) نیز دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ج۲ص۷۳۱، الدرایہ مع الھدایہ ج۱ص۱۷۷

(۲) مسلم: ۴۳۰ وترقیم دار السلام: ۹۶۸ (۳) جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۳۷

(۴) المجموع شرح المھذب ج ۴ص ۴۰۳

(۵) الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۶۳، تقاریر شیخ الھند ص ۶۵

(۶) درس ترمذی ج ۲ص ۳۶

(۷) طبع: مکتبہ اسلامیہ، بیرون امین پور بازار، بالمقابل شیل پٹرول پمپ فیصل آباد شہر، پاکستان

☆ المدونۃ الکبری ایک غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے: القول المتین (ص ۲۷)

حافظ زبیر علی زئی

یمن کا سفر

ھشام کی پیاری قرأت اور شیخ مطری کے شذرات ولطائف سے یہ طویل سفر طے ہو رہا تھا۔ کوشش یہ تھی کہ شام سے پہلے پہلے مَعْبَرْ پہنچا جائے۔ ابوھشام منصور نے گاڑی چلاتے ہوئے شیخ مطری کا ایک واقعہ سنایا۔ شیخ مطری نے اپنے ایک ہم سفر آدمی سے کہا تھا: أ کُلُکَ حَرَامٌ (تیرا کھانا حرام ہے)

وہ شخص بڑا پریشان اور ناراض ہوا، وہ یہ سمجھا کہ شیخ صاحب اسے حرام خور سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے رزق میں حرام والی کوئی بات ہی نہیں۔ اس شخص نے سخت احتجاج کیا اور بتایا کہ اس کا کھانا پینا سب حلال میں سے ہے۔

بعد میں شیخ صاحب نے اسے بتایا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ: أ کلک حرام (تجھے کھانا حرام ہے)

ظاہر ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انسان کو کھانا حرام ہے اس واقعے سے معلوم ہوا کہ شیخ مطری صاحب تدلیس فی المتن سے خوب کام لیتے ہیں۔ لہذا انہیں مدلسین کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

میرے ایک پیارے دوست اور شاگرد تدلیس فی المتن کے انتہائی ماہر بلکہ امام فی التدلیس ہیں۔

شام ہوگئی مگر ہم ابھی راستے پر ہی تھے۔ ابوھشام نے بتایا کہ ان کی نظر میں کچھ کمزوری ہے جس میں رات کو اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہذا گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑی۔ عشاء سے پہلے ہم معبر شہر میں داخل ہو گئے۔ تہامہ کے برعکس یہاں کافی سردی تھی مگر حضرو (وادی چھچھ) کی سردی کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

میرے ایک پیارے دوست اور بھائی (پروفیسر) ابوانس محمد سرور گوہر صاحب کھڈیاں ضلع قصور کے رہنے والے ہیں۔ وہ جن دنوں حضرو میں مقیم تھے تو سردیوں میں تین تین رضائیاں اوپر نیچے ڈال کر سوتے تھے۔ اور حضرو کی سردی کا بہت

شدت سے شکوہ کرتے تھے۔ آج کل قصور کے ایک سرکاری کالج میں لیکچرار ہیں۔

معبر میں

معبر پہنچنے کے بعد ابوھشام اور ابوعقیل نے دو یمنی موبائل چپیں (الشریحہ) خریدیں تاکہ یمن میں ٹیلیفون رابطوں میں آسانی رہے۔ ابوھشام کے پاس انٹرنیشنل موبائل چپ تھی مگر وہ اسے بہت کم استعمال کر رہے تھے۔ اس کی کال انتہائی مہنگی تھی بلکہ آنے والی (Incoming) کال پر بھی معقول جرمانہ (Roaming charges) ادا کرنا پڑتا تھا۔
شیخ ابونصر محمد بن عبداللہ الإمام معبر میں رہتے ہیں۔ آپ شیخ مقبل رحمہ اللہ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ مغرب اور عشاء کی نماز ان کی مسجد و مدرسہ میں پڑھیں۔ شیخ صاحب موجود نہیں تھے کسی دوسرے علاقے میں دعوت کے لیے گئے ہوئے تھے۔
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ مقبل رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کی انتھک محنت کی وجہ سے یمن میں سلفی (اہل حدیث) دعوت بڑی تیزی سے پھیلی ہے۔
شیخ مطری کی دو بیویاں ہیں جو علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہتی ہیں۔ ان کے دس سے اوپر بچے بچیاں ہیں۔
کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم پانچوں ایک تنگ سے کمرے میں سو گئے۔ کمرے کے ساتھ حمام منسلک تھا۔
سونے سے پہلے کچھ یمنی لڑکے ہمارے ساتھی ابو مالک سے ملنے آئے تھے جن میں سے ایک کا نام ساجد ہے، یہ محمود بازلی کا بھائی ہے جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ
صبح کی نماز ہم نے شیخ محمد الإمام کی مسجد میں پڑھی۔ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ قاری صاحب نے خوب لمبی قرأت کی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز باجماعت میں شامل ہو جائیں اور مسنون قرأت کا حق بھی ادا ہو جائے۔
سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
''وکان یطول فی الأولیٰ من صلوۃ الصبح و یقصر فی الثانیۃ'' اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح کی پہلی رکعت لمبی اور دوسری رکعت (اس کی بہ نسبت) مختصر پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۷۵۹ و صحیح مسلم:۴۵۱)
اس مدرسے میں ایک ہزار کے قریب طالب علم پڑھتے ہیں۔ تقریباً ہر طالب علم اور ہر نمازی کی کمر سے خنجر لٹک رہا تھا۔ اسلحہ کی یمن میں فراوانی کے باوجود کوئی ناخوشگوار واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔ لوگ امن اور سکون کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ یہاں شیخ توفیق البعدانی سے ملاقات ہوئی۔ شیخ توفیق فقہ و علوم اسلامیہ کے زبردست ماہر اور انتہائی متواضع و ملنسار عالم دین ہیں۔ ابو مالک صاحب یہاں سے اپنے علاقے حضرموت کی طرف چلے گئے۔

صنعاء میں آمد

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم چاروں (راقم الحروف، ابوھشام، ابوعقیل اور ھشام بچہ) معبر سے صنعاء کی طرف روانہ ہوئے۔ صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے اور پہاڑوں میں گھرا ہوا انتہائی خوبصورت شہر ہے۔

دوپہر کے قریب صنعاء میں مطعم الشام کے پاس پہنچے۔ یہاں ایک علم دوست نوجوان محمود بازلی سے ملاقات ہوئی۔ بہت ہی ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔ وہ ہمیں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر لے گئے۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ ان کے ایک سگے بھائی کا گھر تھا۔ ابوھشام نے اسے بتایا کہ ہماری دوپہر کی دعوت عَمران شہر میں ہے۔ لہذا آپ دوپہر کے کھانے کا بندوبست نہ کریں۔ محمود صاحب ہمارے لیے قسما قسم کے شربت اور پانی لے آئے۔ یہاں ہم نے کپڑے وغیرہ بدلے اور نماز پڑھی۔

صنعاء قدیم شہر ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب مصنف عبدالرزاق والے امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) اسی شہر کے باشندے تھے۔ امام عبدالرزاق کی بیان کردہ احادیث صحاحِ ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔ عبدالرزاق الصنعانی سے پہلے امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی (متوفی ۱۳۲ھ) نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جو کہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مطبوع و مشہور ہے۔

یہ حدیث کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اور اس کی ساری احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ والحمدللہ

سلطان العمرانی سے ملاقات

محمود بازلی سے اجازت لے کر ہم عمران شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ صنعاء کے لمبے بازاروں سے گزرتے ہوئے شارع ستین پر آئے۔ یمن کے صدر علی (بن) عبداللہ (بن) صالح کے قصر حکومت کے پاس سے گزرے۔ عبدالمجید الزندانی کی یونیورسٹی (الجامعہ) دیکھی۔ یہ وہی زندانی ہے جس کے بارے میں شیخ مقبل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

''إن الزنداني ضال مضل ملبس''

بے شک زندانی ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والا، اور) ملبس (تلبیس کرنے والا) ہے۔

کافی دیر کے بعد صنعاء شہر سے باہر نکلے۔ اب راستے کے دونوں طرف پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں۔

ابوھشام کا اپنے رشتہ دار سلطان سے موبائل پر رابطہ تھا۔ عَمران کے بجلی گھر کے پاس سلطان ہمارا منتظر تھا۔ عصر سے کافی دیر بعد ہم عَمران پہنچے۔ سلطان اور اس کے ساتھی نے ہمارا استقبال کیا۔ سلطان اور اس کا ساتھی کوئی چیز کھا رہے تھے جس کی وجہ سے ان کے مونہوں کی ایک طرف پھولی سوجھی ہوئی تھی۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں ایک نشہ آور درخت

''قات'' کے پتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سلطان کی گاڑی کے پیچھے ہم اپنی گاڑی کے ساتھ روانہ ہوئے۔سڑکوں پر کتے بلیاں مرے پڑے تھے۔

کافی دیر کے بعد ہم سلطان کے گھر پہنچے۔قدیم زمانے کے اس گھر میں داخل ہوئے۔ایک بہترین قالین بچھے ہوئے کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا۔

مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔میزبان کو جب معلوم ہوا کہ ہم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تو فوراً گھر سے ہلکا سا ناشتہ نما کھانا لے آئے اور کہا کہ آپ کے لئے سپیشل کھانا پک رہا ہے۔یہ ہلکا سا کھانا کھا کر، نماز مغرب پڑھ کر ہم سامنے والے کمرے میں سو گئے۔دونوں کمروں کے درمیان ایک حمام تھا۔جس کے لیے پانی باہر سے لانا پڑتا تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب سو کر اٹھے تو عشاء کا کھانا تیار تھا اور سلطان کے بہت سے رشتہ دار حاضر تھے۔سلطان نے سالم دنبہ ذبح کر کے بہترین طریقے پر بھنوا کر تیار کروایا تھا۔سلطان وہاں ایک مقامی سکول میں ٹیچر (مدرس) ہے۔

کھانے پینے کے بعد سلطان نے سبز رنگ کے پتوں کی ایک تھیلی ہمیں پیش کی اور مطالبہ کیا کہ ہم اس سے ''شغل فرمائیں''

ہم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

سلطان نے کہا: ''یہ قات ہے''

میں نے سلطان کو بتایا کہ قات کھانا جائز نہیں ہے۔یہ نشہ آور بھی ہے اور صحت کے لیے مضر بھی ہے۔سعودی علماء نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔اس شجرہ خبیثہ پر سعودی عرب میں پابندی ہے۔(بس یہ سمجھ لیں کہ یہ درخت تمبا کو سے مشابہ ہے۔مگر تمبا کو سے زیادہ ضرر رساں ہے۔تمبا کو سے تو جراثیم کش دوائیں تیار ہو سکتی ہیں مگر اس درخت کا مصرف میرے علم کے مطابق صرف نشہ ہی نشہ ہے)

شیخ محمد بن عبداللہ الإمام المعبر ی الیمنی وغیرہ نے اس قات کی حرمت (حرام ہونے) پر کتابیں لکھیں ہیں۔

اس کے بعد میں سونے والے کمرے میں آ کر اپنے بستر پر لیٹنے کے لیے جھکا تو دیکھا کہ سلطان کا سب سے چھوٹا، ایک سال کا بچہ آرام وسکون سے سویا ہوا ہے۔سلطان کو بلوا کر بچے کو گھر بھجوایا۔اس نے کوئی پیشاب وغیرہ نہیں کیا تھا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے گھر اور مستقل مسکن کے علاوہ دوسری جگہوں پر نیند نہیں آتی۔مگر میں جہاں بھی جاؤں نیند کے وقت نیند فوراً آ جاتی ہے۔والحمدللہ

ابوھشام اور ابوعقیل عمرانیوں سے مہمان خانے میں باتیں کرتے رہے۔

رات تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ابوھشام اور ابوعقیل کمرے میں اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔میں نے السلام علیکم کہہ کر انہیں بتایا کہ تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔وہ یہ سن کر بھی ایک

دوسرے سے باتیں ہی کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا:
''کیا آپ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے''؟
میری یہ بات سن کر وہ سمجھ گئے اور چپ ہو کر سو گئے۔
صبح سوا پانچ بجے اذان فجر ہوئی تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور سلطان کے بھائی کے ساتھ مسجد گیا۔ سعودی عرب ہو یا یمن، یہ عرب لوگ صبح کی نماز اندھیرے میں ہی پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ کے حنفیوں اور پاکستان کے دیوبندیوں و بریلویوں کی طرح خوب روشنی پھیلنے تک انتظار نہیں کرتے۔
تنبیہ: جس حدیث میں آیا ہے کہ صبح کی نماز خوب روشنی کر کے پڑھو وہ اس حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھتے رہے ہیں، آپ نے دوبارہ خوب روشنی کر کے صبح کی نماز نہیں پڑھی، دیکھئے سنن ابی داود، باب فی المواقیت ح ۳۹۴ وھو حدیث حسن، وقال الالبانی ''حسن''
صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد واپس ڈیرے پر آیا تو دیکھا کہ ابو ہشام اور ابوعقیل وضو کی تیاری کر رہے ہیں۔ دیر سے سونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔
ابوھشام اور ابوعقیل نے نماز کے بعد دوبارہ آرام کیا۔ میں اور ہشام دوسرے کمرے میں سلطان کے رشتہ داروں کے پاس بیٹھ گئے۔ موسم کافی ٹھنڈا تھا۔ ھشام نے اپنے ماموں سلطان سے ایک خنجر لے کر اپنی کمر کے گرد باندھ لیا تھا۔ اسے یہ خنجر بہت اچھا لگتا تھا۔
آٹھ بجے کے بعد ناشتہ کر کے ہم جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل یزید میں

ابوھشام کے دوسرے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے عمران سے جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔ چٹیل پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کر جب ہم مطلوبہ گاؤں میں پہنچے تو لوگوں نے ہوائی فائرنگ کر کے ہمارا استقبال کیا۔ اس ہوائی فائرنگ کو عربی زبان میں '' الدفرة'' کہتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبداللہ الإمام اسے اسراف وغیرہ کی وجہ سے ناجائز وممنوع سمجھتے ہیں۔ دیکھئے '' تنویر الأبصار بما فی الرمایة من النافع والأضرار '' (ص ۱۱)
ابوھشام اور ان کے بیٹے ھشام نے اپنے رشتہ داروں سے ملاقاتیں کیں۔ ہم نے کافی سفر طے کر کے پہاڑوں کے درمیان نیچے وادی میں پانی کا ایک چشمہ دیکھا۔
گاؤں میں ایک بہت ہی پرانی مسجد تھی۔ یہاں ابوھشام نے اذان دی اور میں نے نماز پڑھائی۔
پھر دوپہر کا کھانا اکٹھے کھایا۔ انہوں نے بھی دنبہ ذبح کر کے پکایا تھا۔ یہ لوگ بھی ہاتھ دھونے کے لیے ایک بالٹی لائے تھے۔ ان لوگوں سے بمشکل اجازت لے کر ہم واپس روانہ ہوئے۔ ایک جگہ چھوٹا سا چشمہ تھا۔ وہاں گاڑی کھڑی کر کے

پانی پیا۔ پھر سلطان وغیرہ کو الوداع کہہ کر عمران سے ہوتے ہوتے صنعاء پہنچے۔ شام ہو چکی تھی۔ ایک جگہ سے کچھ مالٹے کیلئے خریدے۔ دیکھا کہ کالا انگور بھی موجود ہے۔ سنا ہے کہ کالا انگور صحت کے لیے بہت مفید ہے۔ لہذا کالا انگور بھی خریدا۔

طب کی ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ:

'' کالے انگور کے سلسلہ میں ماہر پروفیسر کیز کی تحقیقات میں لکھا ہے کہ اسے لگا تار استعمال سے دل کے امراض، کینسر وو دوسرے پیچیدہ امراض سے ایک حد تک بچا جا سکتا ہے۔ پروفیسر کیز نے یہ تحقیقات امریکہ میں کیلیفورنیا کے ڈوسی انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ کے دوران کی۔ کالے انگور میں زیادہ پایا جانے والا جوہر ہے ''اینٹی آکسن ٹینٹ'' انسانی جسم میں ''اینٹی آکسی ٹینٹ'' اور ''پروآکسی ڈینٹ'' دونوں پائے جاتے ہیں۔ جب جسم میں ''پروکسی ڈینٹ'' کی مقدار بڑھ جاتی ہے، تو جسم پر اس کا خطرناک اثر ہوتا ہے۔ نتیجہ میں جسم میں دل کے امراض سے متعلق امراض یا کینسر جیسی جان لینے والی بیماریاں پیدا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ جب کہ اینٹی آکسی ڈینٹ کی زیادہ مقدار بھی ہو تو اس کا کوئی نقصان دہ اثر نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ کالے انگور کا استعمال جس میں اینٹی آکسی ڈینٹ کی مقدار کو بڑھائے گا۔ نتیجہ میں پروآکسی ڈینٹ کی مقدار اپنے آپ کم ہوگی اور انسانی جسم کئی خطرناک امراض کی گرفت میں جانے سے بچ جائے گا''

(تاج القعا قیر ج ۸ ص ۱۸، ۱۹)

ابوھشام رات کو آہستہ آہستہ گاڑی چلاتے رہے۔ عشاء کے بعد جب ہم معبر پہنچے تو محمود بازلی سے ملاقات ہوگئی وہ اپنے گھر لے گئے۔ ان کا گھر شیخ محمد الإمام کے مدرسے کے قریب ہے۔ رات وہاں قیام کیا۔

میں نے ترغیب دلوا کر ابوھشام وغیرہ کو جلدی سونے پر آمادہ کر لیا۔ لہذا ہم دس بجے سے کچھ پہلے ہی سو گئے۔ رات کے آخری پہر وتر پڑھے۔ انتہائی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ ابوھشام بھی آخری پہر اٹھ گئے اور تہجد کی چند رکعتیں مع وتر پڑھیں۔ صبح کی نماز شیخ محمد الامام کے مدرسے میں پڑھی۔ پھر واپس آ کر محمود صاحب کے گھر میں ناشتہ کیا۔ ہم خوب تازہ دم تھے۔

(باقی ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

ہمسائیوں سے محبت

دین اسلام میں ہمسائیوں، پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:
اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کرو، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، پہلو کے ساتھ (یعنی بیوی)، مسافر اور غلاموں سے اچھا سلوک کرو [سورۃ النساء:٣٦]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**
مجھے جبریل (علیہ السلام) لگاتار، پڑوسی کے ساتھ (اچھے سلوک کا) حکم دیتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ خیال کیا کہ وہ اسے (پڑوسی کو) وراثت کا حق دار قرار دیں گے۔
[صحیح البخاری:٦٠١٥ و صحیح مسلم:٢٦٢٥ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما]
ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
'' والله لا يؤمن ....الذى لا يأمن جاره بوائقه ''
اللہ کی قسم وہ شخص (پورا) مؤمن نہیں ہوسکتا۔۔جس کا پڑوسی اس کے شر وفساد سے محفوظ نہ رہے۔
[صحیح البخاری:٦٠١٦]
ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی ایذارسانی اور شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔
[مسلم:٤٦]
سیدنا ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره

جوشخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت (اور اس سے اچھا سلوک) کرے۔[بخاری:۶۰۱۹، مسلم:۴۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره

جوشخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو (کوئی) تکلیف نہ دے۔[البخاری:۶۰۱۸ و مسلم: ۴۷]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا:

يا نساء المسلمات ، لا تحقرن جارة لجار تها ولو فرسن شاة

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو (تحفہ میں) ہلکی چیز (تک) دینے میں حقارت محسوس نہ کرے اگرچہ یہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔[البخاری:۶۰۱۷ و مسلم:۱۰۳۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ:

فلانی عورت (ہر) رات کو تہجد پڑھتی اور ہر دن کو روزہ رکھتی ہے، (اچھے) کام کرتی اور صدقہ دیتی ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' **لا خير فيها، هي من أهل النار** '' اس عورت میں کوئی خیر نہیں ہے۔۔۔۔ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔

کہا گیا کہ فلانی عورت فرض نماز پڑھتی ہے اور (کبھی کبھار) پنیر کے ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور کسی کو تکلیف نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **هي من أهل الجنة** وہ جنتیوں میں سے ہے

[الادب المفرد للبخاری:۱۱۹ وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان ۱۳/ ۷۶، ۷۷ ح ۵۷۳۴]

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف دیتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنا (گھر کا) سامان باہر نکال کر راستے پر رکھ دو۔ وہ چلا گیا اور اپنا سامان باہر نکال کر رکھ دیا۔ لوگ اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میرا پڑوسی مجھے تکلیف دیتا ہے لہذا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنا سامان باہر نکال کر راستے پر رکھ دو۔

لوگ اس (پڑوسی) کو بددعائیں دینے لگے: اے اللہ تو اُس پر لعنت کر، اے اللہ تو اسے ذلیل کر دے۔

اس شخص کو جب معلوم ہوا تو آیا اور اپنے پڑوسی سے کہا: گھر میں واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم میں تجھے کبھی تکلیف نہیں دوں گا۔[البخاری فی الادب المفرد:۱۲۴ وسندہ صحیح، ابوداود:۵۱۵۳ وصححہ الحاکم علی شرط مسلم ۴/ ۱۶۵، ۱۶۶]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پڑوسیوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کس سے (زیادہ) حسنِ سلوک کیا جائے!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إلی أقرب بھما منک باباً** جس کا دروزاہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو [البخاری:٦٠٢٠]

ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی (سید) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''**یا أبا ذر! إذا طبخت مرقة فأكثر ماء ھا و تعاھد جیرانک**'' اے ابوذر! جب تم شوربے والی کوئی چیز پکاؤ تو اس میں پانی ڈال کر شوربا زیادہ کردو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔ [مسلم:۱۴۲/۲۶۲۵، اسلامی طرز زندگی ص۲۰۴]